نیناں لگیاں بارشاں

صبا جاوید

نیناں لگیاں بارشاں

صبا جاوید

ہنڈا اکارڈ کو مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھ کر اسے آنے والی شخصیت کا پتہ چل چکا تھا، دانستہ طور پر وہ ٹیرس سے ہٹ گئی، سارا دن پرسکون رہنے والی علیشہ رضوی کی ذات، اب بنا پانی کی مچھلی کی طرح بے چین ہو چلی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ منظر سے ہٹ جائے، یا پس منظر بدل دے وہ کسی طور آنے والی ساعتوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی، اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے کہیں دور بھاگ جائے جہاں اس شخص کا سایہ بھی نہ ہو، مگر یہ تو روز کا معمول تھا، جب بھی وہ شخص اس گھر میں اپنی ثرائکت داری ظاہر کرتا تب ہی بے چینیاں اس کے دل کی مکین بنتی تھیں، خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ لاؤنج تک چلی آئی۔

سامنے ہی گلاس ڈور دھکیلتا ایک ہاتھ میں بریف کیس تھامے، دوسرے بازو پر کوٹ لٹکائے بلیک پینٹ اور لائم شرٹ زیب تن کیے وہ اندر داخل ہوا، اس کی ہزار پردوں میں لپٹی سنجیدہ اور جاذب شخصیت پاگل کر دینے کی حد تک قاتلانہ تھی، چہرے پر پھیلتے تھکاوٹ کے آثار اس کی کشش میں اضافے کا موجب بن رہے تھے، مگر اس کی موجودگی علیشہ رضوی کے لئے ہمیشہ گھٹن کا باعث رہی تھی۔

''گڈ ایوننگ علیشہ!'' اسے دیکھتے ہی اس شخص کے لب ہمیشہ کی طرح خیر مقدمی مسکراہٹ سے نوازنے کے لئے پھیل گئے تھے، مگر وہ مروتاً بھی مسکرا نہیں پائی تھی۔

''گڈ ایوننگ۔'' مدھم لہجے میں کہتے ہوئے وہ باہر کی طرف بڑھنے لگی، اس شخص نے علیشہ رضوی کے لہجے کی سرد مہری کو اندر تک محسوس کیا تھا مگر وہ ہمت نہیں ہارا تھا۔

''کھانے میں کیا ہے؟'' اس کی اجنبیت کو

مکمل ناول

نظر انداز کرتا وہ پھر دوستانہ انداز میں بولا، علیشہ رضوی کے بڑھتے قدم اس کی آواز سے زنجیر ہو گئے، پھر وہ پوری اس کی طرف گھوم گئی۔

''میرے خیال میں پہلے بھی یہ فریضہ میں آپ کے لئے انجام نہیں دیتی۔'' انداز بہت کاٹ دار تھا۔

''مگر میں چاہتا ہوں کہ آج یہ فریضہ تم سر انجام دو۔'' اس کے طنز میں ڈوبے لہجے کو وہ سرے سے نظر انداز کر گیا، اب کی بار وہ اس کی موجودگی کو فراموش کیے بلا مقصد ہی لان میں نکل گئی، اس قدر انسلٹ پر اس کا خون کچھ اور تیزی سے رگوں میں گردش کرنے لگا تھا، لیکن خود کو بمشکل ٹھنڈا کرتا وہ کمرے میں فریش ہونے کی غرض سے چلا آیا۔

وہ لان میں آنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ اندر رکنے پر بھی خود کو آمادہ نہیں پا رہی تھی، اس کی باتوں کو کوئی بھی اہمیت دیے بغیر وہ چلی آئی تھی اور وہ شخص اس کے گریز، گھبراہٹ اور فرار ہر عمل کو بخوبی سمجھتا تھا۔

یہ اوائل مارچ کی کچھ شوخ اور کچھ کھنک شام تھی، ٹھنڈی ہوائیں ماحول سے سرگوشیوں میں مگن تھیں، ہلکی سی خنکی ٹھنڈ کا احساس پیدا کر رہی تھی اور یہ ٹھنڈک اس کے اندر جلتے الاؤ کو کم کرنے لگی تھی، دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے وہ خالی الذہنی سے لان میں دائیں بائیں چکر لگا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اسے اپنے پہلو میں کسی دوسرے وجود کی موجودگی کا احساس ہوا تھا، اس نے بے ساختہ گردن کو خم دے کر دائیں طرف نظر دوڑائی، ایزی ڈریسنگ میں وہ شخص اس سے قدم سے قدم ملا کر چل رہا تھا۔

''ایسا کیا سوچ رہی ہو علیشہ، جو تمہیں میری موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا۔'' سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ رک گیا۔

''اب آپ کے گھر میں، میں اپنی مرضی سے کچھ سوچ بھی نہیں سکتی، میری سوچ بھی آپ کے دائرہ کار میں گردش کرے گی، کیا میں اپنے ہر عوامل کے لئے بھی آپ کے سامنے جوابدہ ہوں۔'' خشک لہجے میں، اس نے تفصیلاً جواب دیا، بظاہر سنجیدگی سے ادا کیے گئے الفاظ دوسرے شخص کو اندر تک ہلا گیا، ایک پل میں کئی رنگ اس کے چہرے سے آ کر گزر گئے، مگر علیشہ رضوی کو اسے دیکھنے کی فرصت ہی کہاں تھی۔

''علیشہ پہلی بات تو یہ گھر تمہارا یا میرا نہیں بلکہ ہمارا ہے اور میں نے تمہیں کبھی کسی بات کے لئے پابند نہیں کیا۔'' بلاشبہ اس کے لہجے میں کسی حد تک نرمی حائل تھی مگر تیور خطرناک حد تک سنجیدہ تھے، چند لمحوں بعد خود کو نارمل کرتے ہوئے دو مستحکم لہجے میں بولا۔

''یہ آپ کی ہمارے گھر والی تھیوری میری سمجھ سے بالاتر ہے۔'' وہ ناگواری سے سر جھٹک گئی۔

''یہ بیکار کی کوششیں چھوڑ دیں آپ......'' وہ مزید گویا ہوئی۔

''کون سی کوششیں؟'' وہ معصومیت کی حدیں توڑتا ہوا بولا۔

''سب جانتے ہے آپ، خدا کے لئے بس کر جائیں، کیا تھک نہیں گئے آپ یہ اچھائی کا ڈھونگ رچاتے رچاتے، میرا دم گھٹتا ہے یہاں، نفرت ہے مجھے ان در و دیوار سے، نفرت ہے مجھے آپ سے، گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی میں ایک دن، وقت حالات اور آپ کی نرمی کا دکھاوا کچھ بھی ہمارے درمیان حائل خلیج کو پاٹ نہیں سکتا، اگر آپ سوچتے ہیں کہ آپ اپنے رویے

نمائش کر کے مجھے حاصل کر لیں گے تو یہ آپ کی بھول ہے۔'' نم آلود نگاہیں اس کے مرتعش چہرے پر جمائے وہ بلا سوچے سمجھے پے در پے اس پر الزامات کی بوچھاڑ کر رہی تھی، اس کے اندر کہیں گہری ضرب لگی تھی۔

''یہ کیا بکواس ہے، اگر میں نے تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے تو اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ تم اس چیز کا ناجائز فائدہ اٹھاؤ، ورنہ حالات کو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق موڑنا مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے، میں نے کبھی غلط کسی کے بارے میں سوچا ہے نہ ہی کسی کو اجازت دیتا ہوں اپنے بارے میں غلط بات کہنے کی۔''

شدید غصے میں وہ اس کی طرف بڑھا اور بازو سے دبوچ کر ایک جھٹکے سے اپنے قریب کرتے ہوئے غرایا، وہ ذہنی طور پر پہلے ہی الجھا ہوا تھا اوپر سے علیشہ رضوی کے شعلے برساتے الفاظ اس کی سماعتوں کو جلانے لگے تھے اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

''کیا کریں گے آپ مجھے اپنا بنانے کے لئے، ماریں گے، یا روایتی مردوں والا طریقہ و رویہ اپنائیں گے، زبردستی کریں گے میرے ساتھ، اپنی مردانگی مجھ پر ظاہر کریں گے، دیر کس بات کی ہے اتار دیں یہ نیک نیتی کا نقاب، جس سے نجانے کس کس کو بے وقوف بنایا ہے آپ نے مگر پھر بھی میرے دل میں آپ کے لئے رتی برابر بھی جگہ پیدا نہیں ہوگی یاد رکھیں۔''

بازو چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ مسلسل رو رہی تھی مگر اس کی آواز میں لرزش کی ذرا سی بھی رمق نہ تھی، وہ نڈر اور بے باک شیرنی کی طرح غرا رہی تھی، وہ حق دق علیشہ رضوی کے زبان کے جوہر دیکھ رہا تھا، وہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے دل میں اس کے متعلق

اتنا زہر بھرا ہوا تھا، اس نے بڑی بے باکی اور بے دردی سے اس کی ذات کی اچھائیوں اور صفات کے پرخچے اڑائے تھے، اس کی مردانگی کو للکارا تھا، اس کا جی چاہا تھا ایک بار سچ میں اسے اپنی مردانگی دکھا دے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ کسی کی غیرت اور شرافت کو للکارنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، مگر نجانے وہ کیا تھا کہ وہ خود پر قابو پا گیا۔

''دفع ہو جاؤ علیشہ، جاؤ یہاں سے، جسٹ گو آوے فراہم ہیئر۔'' ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیل کر وہ حلق کے بل دھاڑا۔

''نہیں جاؤں گی۔'' بازو کو سہلاتے ہوئے وہ چیختے لہجے میں بولی۔

''پلیز علیشہ جاؤ، مجھے غلط رویہ اپنانے پر مجبور مت کرو۔'' مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس نے اپنے اندر ابلتے غصے کے طوفان کو کم کرنا چاہا۔

''جو کرنا ہے کر لیں آپ۔'' وہ تن کر اس کے سامنے آ گئی۔

''علیشہ لیومی آلون۔'' اس کی آنکھوں میں سرخی اتر رہی تھی، اس کی آواز میں غصے اور شیر کی سی دھاڑ نے اسے ایک لمحہ کے لئے دہلا دیا تھا، وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی، اس کے وجود میں اشتعال کی لہر بہت نمایاں تھی، علیشہ رضوی نے یہ خطرناک تیور پہلے کب دیکھے تھے۔

''جا رہی ہوں میں، مہربانی کر کے ہمیشہ کے لئے ہی مجھے یہاں سے نکال دیں۔'' اب اس کے لہجے میں ساری گرمی مفقود تھی، لرزتے لبوں سے گویا کوئی التجاء برآمد ہوئی تھی، اس نے بے بسی سے سر ہاتھوں پر گرا لیا اور وہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، بیڈ روم کا درواز لاک کر کے وہ بیڈ پر گر گئی، نارسائی، ناکامی، بدنصیبی، پچھتاوا، ذلت، اہانت، بے وفائی اور نجانے کون کون سے احساس اسے ناگ کی طرح ڈس رہے تھے، اس کے رونے میں کچھ اور شدت آئی تھی، ماضی کی کوئی نوخیز اور کوئی جاوداں دکھ میں لپٹی یادیں اس کے ذہن کے دریچے پر دستک دینے لگے تھے۔

☆☆☆

''یہ لو علیشہ، حاذم سے بات کر لو۔'' علیشہ رضوی نے جونہی کمرے کی دہلیز پار کی زرین رضوی نے اسے دیکھتے ہی موبائل تھمایا، کالج سے واپسی پر وہ بے پناہ تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی فی الحال اس کا کسی سے بھی بات کرنے کا موڈ نہیں تھا لیکن پھر بھی اس نے فون پکڑ لیا۔

''ہیلو۔'' مدھم لہجہ تھکاوٹ کا غماز تھا۔

''السلام علیکم!'' دوسری طرف چہکتا لہجہ اس کا منتظر تھا۔

''وعلیکم السلام!'' وہی دھیمہ انداز۔

''کیا ہوا؟ بات کرنے کا موڈ نہیں ہے؟'' شوخ لہجہ ذرا سی سنجیدگی اختیار کر گیا تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، اصل میں میں ابھی ابھی کالج سے لوٹی ہوں تو شاید تھکی ہوئی ہوں۔'' اس نے فوراً گھبرا کر وضاحت دی۔

''سب سے پہلے مجھ سے بات کرنے کے لئے تھینکس اور بے وقت آپ کو ڈسٹرب کرنے کے لئے سوری۔'' اسے ایک لمحے میں خیال آیا۔

''پلیز ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کریں۔'' علیشہ رضوی درحقیقت نادم ہونے لگی تھی۔

''اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟'' حاذم صدیقی نے فوراً موضوع بدل دیا۔

''فنٹاسٹک بہت اچھی۔'' وارڈ روب کا پٹ کھولتے ہوئے وہ پرجوش ہوئی، زرین رضوی ناخنوں کو فائل کرنے میں مصروف ہو چکی تھی۔

''اور ہمارے غریب خانے میں تشریف آوری کب متوقع ہے کب ہمیں اپنے دیدار کا شرف بخش رہی ہیں۔'' لہجے میں ہلکی سی بیتابی اور شرارت سموئے وہ اس سے مخاطب تھا، لیکن علیشہ رضوی کے پاس وہ حس نہ تھی جس نے یہ بیتابی محسوس کر پاتی۔

''ارے آپی کو تو پہنچے دیجئے، پھر دیکھئے کیسے آپ کے غریب خانے کو رونق بخشتے ہیں۔'' وہ شرارت سے کھلکھلائی۔

''آہ، زہے نصیب، ہم تو منتظر بیٹھے ہیں۔'' اس نے سرد آہ کھینچ کر گویا بے بسی کا اظہار کیا۔

''اتنا مایوس کیوں ہیں، امید رکھیے ہم ضرور آئیں گے مایوسی گناہ ہے۔'' اس نے مدبرانہ انداز اپنایا۔

''امید کب حقیقت کا روپ دھارے گی؟'' اس کا لہجہ سرگوشیوں میں ڈھل گیا، علیشہ رضوی نے ٹھٹک کر موبائل کو گھورا تھا۔

''آپ کو کس کا زیادہ انتظار ہے میرا یا آپی کا؟'' وہ چہکتے لہجے میں بولی۔

''آپ کی آپی کا۔'' وہ فوراً سنبھل کر بولا تو علیشہ کے سینے میں اٹکتی پھانس نکل گئی۔

''ظاہری بات ہے آپی آئیں گی تو آپ کے آنے کے امکان زیادہ قوی اور روشن ہوں گے۔''

اگلے ہی لمحے وہ پھر ٹون بدل گیا تو علیشہ رضوی سر جھٹک کر رہ گئی دو چار ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس نے کال بند کر دی اور ہاتھ لینے کی غرض سے واش روم میں گھس گئی۔

☆☆☆

''حاذم کی فون کالز آج کل کچھ زیادہ ہی نہیں آنے لگیں۔'' زرین رضوی نے کہا تو نوٹ بک پر تیزی سے حرکت کرتی علیشہ رضوی کی انگلیاں تھم سی گئیں۔

''آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں آپی۔'' اس نے تصدیق کے لئے سر اٹھا کر دیکھا تو زرین رضوی کو اپنی ہی طرف متوجہ پایا۔

''ہاں تو اور میں دیواروں سے بات کر رہی ہوں۔'' وہ تنک کر بولی۔

''مجھے کیا پتہ۔'' اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

''اور ویسے بھی اگر وہ کال کر لیتے ہیں تو اس میں پرابلم کیا ہے ان کا رشتہ ہے اس گھر سے۔'' اس نے زرین رضوی کے تلخ لہجے کو محسوس تو کر لیا تھا لیکن پھر بھی سرسری انداز میں جواب دے کر دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

''برائی اس کے فون کال سے نہیں علیشہ...... علیشہ رضوی کے ورد سے ہے جو وہ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔'' زرین رضوی کا انداز تیکھا تھا۔

''آپی آپ کیا کہہ رہی ہیں میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' وہ بہت الجھن میں نوٹ بک بند کر گئی۔

''زیادہ اداکاری دکھانے کی ضرورت نہیں سب پتہ ہے تمہیں۔'' نجانے زرین رضوی اتنی تفتیش کیوں کر رہی تھی۔

''کیا پتہ ہے مجھے؟'' وہ بھی سنجیدگی پر مائل دکھائی دی تھی۔

''مجھے لگتا ہے وہ تم میں انٹرسٹڈ ہے۔'' زرین نے قیاس آرائی کی۔

''فضول خیال ہے۔'' اس نے فوراً تردید ی بیان جاری کیا۔

''تو کیوں ٹھیک اسی ٹائم پر کال کرتا ہے جب تمہاری واپسی متوقع ہوتی ہے اور بہانے

بہانے علیشہ یہ ہے، وہ ہے کہاں ہے، بس تمہارا ہی پوچھتا رہتا ہے۔'' اس نے دلائل سے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو میرا اپنا پرسنل سیل ہے وہ اس پر بھی پرسنلی کال کر سکتے ہیں، لیکن وہ ہمیشہ نمل آپی، گھر کے نمبر یا آپ کے نمبر کے توسط سے مجھ سے بات کرتے ہیں۔'' اس نے تلخی سے اس کی بات کی نفی کی۔

''کم آن علیشہ، اس میں اتنا ہائپر ہائی کرنے والی کون سی بات ہے۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

''ویسے بندہ تو برا نہیں ہے۔'' اس کے موڈ کی پرواہ کیے بغیر اس نے اپنا قیاس ظاہر کیا۔

''زرین آپی پلیز، آپ کیوں میرے اور حاذم کے رشتے کو غلط رنگ دے رہی ہیں اگر وہ فرینکلی بات کرتے ہیں تو یہ شوخی شرارت ان کے موڈ کا خاصہ ہے وہ مجھ سے بات کیے بغیر کال بند نہیں کرتے تو یہ ان کی ہمارے گھر کے ہر فرد کے لئے ریسپکٹ ہے، آپ کیوں خوامخواہ مجھے کچھ اور سمجھانے پر تلی ہیں۔'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

''اور اگر میں ثابت کر دوں۔'' وہ اپنے فیصلے پر مصر تھی، انداز پر یقین تھا، زرین رضوی جس بات کے پیچھے پڑ جاتی تھی اسے منوا کر ہی دم لیتی تھی اور اب تو علیشہ رضوی بھی کھٹک گئی تھی۔

''دیکھو پورے دو منٹ موصوف کی زبان پر علیشہ رضوی کا نام ہوگا۔'' فون بک سے حاذم کا نمبر نکال کر پریس کرتے ہوئے وہ پراعتماد لہجے میں بولی، دوسری تیسری بیل پر کال ریسو ہوگئی۔

''ہیلو حاذم، کیسے ہو؟ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟'' نظروں کے فوکس میں علیشہ رضوی کا ملیح چہرہ لاتے ہوئے وہ بولی۔

''ارے نہیں جناب، آپ نے یاد کیا ہمارے تو نصیب روشن ہو گئے۔'' وہی ازلی لاپرواہ اور ہشاش بشاش لہجہ ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہا تھا، زرین رضوی نے لاؤڈ اسپیکر آن کر لیا، جیسے جیسے وقت سرکتا جا رہا تھا علیشہ رضوی کی دھڑکن نجانے کیوں بے ترتیب ہوتی جا رہی تھیں۔

''علیشہ رضوی کدھر ہوتی ہیں آج کل۔'' ٹھیک دو منٹ بعد اس کے ذکر پر جہاں زرین رضوی کا چھت پھاڑ قہقہہ برآمد ہوا تھا وہیں علیشہ رضوی حق دق رہ گئی۔

''کیا ہوا؟'' دوسری طرف وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

''کچھ نہیں، علیشہ اپنے روم میں ہے کچھ کام کر رہی ہے۔'' بمشکل اپنی بے ساختہ ہنسی پر قابو پاتے ہوئے وہ نارمل لہجے میں بولی، مگر فتح سے سرشار نگاہیں گاہے بگاہے ہونق پن طاری کیے بیٹھی علیشہ پر پڑ رہی تھیں۔

''یہ کچھ زیادہ ہی پڑھائی اور کاموں کے پیچھے نہیں پڑی رہتی اسے کہیں کبھی ان چیزوں سے فراغت پا کر آس پاس کے لوگوں کو بھی گفتگو یا ملاقات کا شرف بخش دیا کریں۔'' نجانے زرین رضوی کی باتوں کا اثر تھا یا واقعی حاذم صدیقی کے لہجے میں کچھ خاص رنگ نمایاں تھے جو علیشہ رضوی کو وہاں رکنا محال لگ رہا تھا۔

''تم نے مجھے قاصد سمجھا ہے اپنے پیغامات خود ہی پہنچاؤ۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

''نہیں نہیں جناب آپ کی پرسنالٹی کے شایان شان یہ کام نہیں۔'' وہ فوراً لجاجت سے بولا تو زرین رضوی بے ساختہ کھلکھلائی۔

''یہ لو خود ہی اس سے بات کر لو، علیشہ آ ہی گئی ہے۔'' زرین رضوی نے فوراً اسے گھسیٹا تو علیشہ رضوی شپٹا کر رہ گئی جو کسی بھی لمحے بھاگنے کو بالکل تیار بیٹھی تھی، مگر اس کا ہاتھ زرین رضوی نے مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔

''السلام علیکم!'' زرین کے آنکھیں دکھانے پر علیشہ نے زبان کھولی۔

''وعلیکم السلام! آخر خبر ہوگئی آپ کو کہ میں آن لائن ہوں۔'' شکایت بھی خوب کر رہا تھا وہ، علیشہ رضوی خوامخواہ چڑ گئی۔

''خوش فہمی کا بخار چڑھ گیا ہے آپ کو، علاج کروائیں۔'' وہ فوراً تنک کر بولی ساتھ ہی مشورہ بھی دیا۔

''آپ ہی نے چڑھایا ہے آپ ہی علاج کر دیں۔'' دوسری طرف سے فوراً جواب موصول ہوا تو وہ بلاوجہ ہی گھبرانے لگی۔

''اچھا بتائیں اتنے دنوں کی غیر حاضری کی وجہ کیا تھی۔'' اس کی خاموشی محسوس کر کے حاذم صدیقی نے بھی شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا اور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''بس ایگزامز کا سیزن چل رہا تھا تو اسی میں بزی تھی۔'' وہ آہستگی سے اپنی صفائی میں بولی۔

''اچھا کیسے رہے ایگزامز؟'' وہ فوراً دوستانہ انداز میں بولا۔

''ایکدم فرسٹ کلاس، بہت اچھے۔'' وہ چہکی۔

''اچھا میں نے بات نہیں کی تو آپ نے کون سا زحمت گوارا کی کہ خود آ کر خیریت معلوم کر لوں۔'' زرین کے کہنے پر علیشہ رضوی نے جوابی حملہ کیا۔

''اف ایسے اپنائیت بھرے انداز میں بات کر کے ہماری جان تو مت لیں۔'' وہ بھی اپنے کام کا ایک ہی تھا مجال ہے جو کسی کے زیر ہو جائے وہ خجل سی ہوگئی۔

''میں نے ڈائیلاگ بازی کے لئے نہیں کہا۔'' انداز صاف چڑانے والا تھا۔

''اچھا پھر کیا کہا ہے؟'' وہ بھی غیر سنجیدہ تھا، علیشہ رضوی بات کر کے پچھتائی، چند لمحوں کے لئے وہ بالکل خاموش ہوگئی۔

''آپ حکم کریں جناب، ہم صبح ہی حاضر ہو جائیں۔'' اس کی خاموشی پر وہ فوراً سنجیدہ ہوا تھا۔

''نرے دعوے ہیں آپ کے پاس، کرتے کراتے تو کچھ ہیں نہیں۔'' زرین کے کہنے پر علیشہ رضوی نے بات بڑھائی۔

''کیا میں اسے دعوت سمجھوں؟'' اس کے مدھم لہجے میں نجانے کتنے جذبے عیاں تھے، علیشہ رضوی پر انجانے جذبوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور وہ اندر تک ٹھنڈی پڑتی جا رہی تھی، وہ انہی لمحوں سے بھاگتی تھی، وہ کسی ایسے تعلق کی خواہاں نہیں تھی جو اس کی دھڑکنیں بے ربط کر دے، اس کی سوچ منتشر کر دے اور وقت سے پہلے کسک اس کا مقدر بنا دے، اس کی پلکیں نجانے کس بوجھ تلے جھکی جا رہی تھیں اور آواز نے حلق میں ہی دم توڑ دیا تھا۔

''سمجھ لیں۔'' زرین نے اسے جھنجھوڑ کر مثبت جواب دینے پر آمادہ کیا۔

''اوکے جناب صبح حاذم صدیقی آپ کے پاس ہوگا میرا انتظار شروع کر دیجئے۔''

انتظار کی ڈور سے اسے باندھتا وہ اللہ حافظ کہہ گیا، علیشہ رضوی کی ذات کے گرد پہرہ لگائے کھڑی دیواریں بڑی تیزی سے زمین بوس ہوئی تھیں اور کوئی بلا اجازت دل کا شہر آباد کرنے کو بے تاب تھا، نجانے اس شخص کے لہجے میں کیسا زعم تھا یا استحقاق کہ انکار کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔

''اب کیا کہتی ہو؟'' اس کی سوالیہ فتح کی خوشی سے چمکتی نگاہیں علیشہ رضوی پر مرکوز تھیں۔

''ہوں...... ہاں...... مجھے کچھ نہیں پتہ۔''

اس نے ٹھٹک کر زرین رضوی کو دیکھا اور بے اختیار بڑھتے دل کے شور پر قابو پاتی خالی خالی لہجے میں بولی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گئی جو اس کا اور نمل رضوی کا مشترکہ کمرہ تھا، زرین رضوی کی ذومعنی نگاہوں نے تا دیر علیشہ رضوی کا تعاقب کیا تھا۔

اس شخص کے منہ زور جذبات کے ریلے میں اس کا ہر عہد بہہ گیا، شاید وہ عمر کے اس نوخیز حصے میں تھی جب دل پر دستک دینے والے کے لئے پہلی دستک پر دروازہ کھول دیا جاتا ہے یا وہ شخص تھا ہی اس قابل کہ علیشہ رضوی نے بھی انکار مناسب نہ سمجھا یا شاید زرین رضوی کی باتوں کا اثر تھا کہ وہ وہی دیکھ رہی تھی جو زرین رضوی اسے دکھا رہی تھی، جو بھی تھا اٹھارہ برس کی یہ الہڑ سی لڑکی محبت کرنے لگی تھی کہ ابھی تو اسے محبت کے معانی بھی معلوم نہ تھے، اس کے وجود میں محبت کی تردید اور قبولیت کا طوفان اٹھا ہوا تھا ایک بے کلی مسلسل اس کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھی جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

☆☆☆

''صائم صاحب سر آئے ہیں اور مجھے پتہ بھی نہیں۔'' خوشی و حیرت کے ملے جلے تاثرات میں نمل رضوی نے استفسار کیا۔

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی صائم مرتضٰی کو دیکھ کر نمل رضوی کو حیرت کا خوشگوار جھٹکا لگا، اسے دیکھتے ہی صائم مرتضٰی نے خیر مقدمی مسکراہٹ سے نوازا، بلیک اینڈ اسکن کمبی نیشن کے ٹو پیس میں صائم مرتضٰی کی جاذب شخصیت مزید نکھر گئی تھی، گھنے سیاہ بال سلیقے سے پیشانی کے وسط میں سجے تھے، چہرے کے تاثرات میں نرمی کے ساتھ ساتھ جھلکتے بارعب اور سنجیدہ پن نے اس کی پرسنالٹی کو مزید جادوئی اور پرکشش بنا دیا تھا۔

''کیسی ہو نمل؟'' عنابی لبوں نے اس کا نام لے کر اس کی دلکشی کو ناقابل تسخیر بنا دیا تھا۔

''آپ کے سامنے ہوں الحمدللہ، بالکل ٹھیک ٹھاک۔'' وہ فریش انداز میں بولی۔

''آپ آج یہاں کا راستہ کیسے بھول گئے؟'' وہ بہت کم رضوی پیلس آتا تھا لہٰذا نمل رضوی خفیف سی چوٹ کر گئی، البتہ لہجے میں احترام کا عنصر بہت نمایاں تھا۔

''بری بات نمل، آپ کو معلوم ہے نا صائم بیٹے کتنے مصروف رہتے ہیں، پھر بھی وہ وقت نکال کر آپ کی شادی کی تیاریوں میں حتی الامکان مدد کر رہے ہیں۔'' ان کی گفتگو پر مسکراتے ذیشان رضوی نے ہولے سے نمل رضوی کو سرزنش کی۔

''جانے دیں چاچو، نمل مجھ سے شکوہ کرے مجھے اچھا لگتا ہے یہ ہم بہن بھائیوں کا مسئلہ ہے، ہم پر چھوڑ دیں۔'' اسے خفت زدہ دیکھ کر صائم صدیقی نے فوراً نمل رضوی کا دفاع کیا تو بے ساختہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی۔

''اور سر بتائیں ایسی کیا مصروفیات کہ آپ ہمیں بھی بھول گئے۔'' انداز ہلکا پھلکا تھا۔

''آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں نمل بس کچھ بزنس کی مصروفیت، کچھ اسٹڈیز کی تو ٹائم بہت شارٹ لگتا ہے۔'' اس نے رسانیت سے جواب دیا۔

''مصروفیت کو زندگی بنا لیں تو کبھی اپنوں کے لئے وقت نہیں بچتا، ہمیشہ شارٹ رہتا ہے، وقت نکالنا پڑتا ہے۔'' انداز ناصحانہ تھا جواباً وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

''بس اب تمہاری شادی کے چکر میں تو آنا جانا لگا ہی رہے گا۔'' وہ شگفتگی سے کہتا اس کی زبان بند کر گیا۔

''آپ بیٹھیں سر میں ناشتہ تیار کرتی ہوں۔'' وہ بری طرح گڑبڑائی اور تادیر اس کے فرار پر مسکراتا رہا تھا۔

''اچھا چاچو، میں چلتا ہوں۔'' نمل رضوی کے نکلتے ہی اس نے اجازت طلب کی۔

''بیٹھو یار کبھی کبھی تو آتے ہو اور فوراً جانے کی رٹ لگا لیتے ہو۔'' ذیشان رضوی، صائم مرتضٰی کی مصروفیت بھلے بخوبی آگاہ تھے مگر آج شاید انہیں بھی صائم مرتضٰی کا ساتھ اچھا لگ رہا تھا۔

''آپ کو تو پتہ ہے چاچو، کوئی دن فارغ ہو اور میں گھر نہ جاؤں تو امی تو خوب ہی درگت بنائی ہیں میری۔'' ان کے اصرار پر دوبارہ احتراماً نشست سنبھالتے ہوئے وہ گویا ہوا۔

''ہاں بھابھی گن گن کر تو دن گزارتی ہیں، انہیں کس قدر تم سے پیار ہے ہمیں بخوبی علم ہے۔'' ذیشان رضوی نے بھی اس کی بات سے اتفاق کیا۔

''اب ناشتہ بن رہا ہے صائم بیٹے ناشتہ کر کے ہی جانا میں نے نمل سے کہا ہے ذرا جلدی تیار کر لے۔'' سارا رضوی نے محبت بھرے انداز میں جیسے حکم دیا۔

''پھر بھی چچی جان، آپ اتنا تکلف کیوں کرتی ہیں، ناشتے کی کوئی ضرورت ہیں۔'' اس نے بہت خوبصورت انداز میں انکار کرنا چاہا۔

''صائم ہم تمہیں کوئی غیر دکھائی دیتے ہیں اس میں تکلف کی کیا بات ہے۔''

''چچی جان آپ کچھ کہیں اور میں انکار کر دوں بھلا ایسا ممکن ہے۔'' وہ فوراً ہی فرمانبرداری کے ریکارڈ توڑنے لگا، تو ذیشان رضوی کا قہقہہ بے ساختہ ہی تھا، صائم مرتضٰی جانتا تھا کہ سارا رضوی اس سے بہت پیار کرتی تھیں اور اب یہ ممکن تھا کہ وہ اسے یہاں سے ہلنے دیتیں، ان کے پرخلوص انداز کے سامنے یونہی ہار جایا کرتا تھا۔

''جیتے رہو اور بھائی صاحب اور بھابھی کیسے ہیں؟'' اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے وہ حلاوت آمیز لہجے میں بولیں۔

''اللہ کا شکر ہے چچی جان۔'' وہ مؤدب سا بولا اور پھر سارا رضوی گھر کے بارے میں تفصیلی بات کرنے لگیں۔

''زرین اور علیشہ کدھر ہیں؟'' ڈائننگ ٹیبل پر پہنچتے ہی ذیشان رضوی نے ان کی بابت دریافت کیا۔

''میں ادھر ہوں پاپا اور علیشہ سو رہی ہے۔'' کالج کے لئے بالکل تیار کھڑی زرین نے نجانے کہاں سے سر نکال کر جواب دیا۔

آف وائٹ ٹراؤزر پر براؤن لانگ شرٹ پہنے، دوپٹے کو سلیقے سے کندھوں پر سجائے نیچرل میک اپ اور نفیس سے ائیر رنگ پہنے وہ دلکشی کی ہر حد پار کر رہی تھی۔

''تم آج بھی کالج جا رہی ہو، تمہاری بہن کو مایوں بٹھانے والے ہیں اور تمہارے کالج کے چکر ہی ختم نہیں ہو رہے۔'' صائم مرتضٰی نے اسے چھیڑا۔

''بس سر میں چھٹیاں لینے ہی والی ہوں۔'' چڑنے کی بجائے وہ سچ مچ اس کی بات مان گئی۔

''ناشتہ اسٹارٹ کریں نا۔'' اسے باتوں میں مشغول پا کر نمل نے ٹوکا تو وہ فلاسک سے چائے نکالنے لگا۔

''علیشہ کو بھی بلا لیں وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کرے۔'' ذیشان رضوی نے کہا تو صائم

مرتضٰی کی نگاہیں بے ساختہ ہی اس کی تلاش میں اٹھی تھیں، رشتہ دار ہونے اور کئی بار اس گھر میں آنے جانے کے باوجود کافی عرصے سے اس نے علیشہ رضوی کو نہیں دیکھا تھا۔

''سونے دیں اسے، ایگزامز کے بعد کیسے فراغت سے سوئی ہے پتہ ہے نا آپ کو۔'' سارا رضوی نے اس کی عادت سے ذیشان رضوی کو آگاہ کیا تو اپنی محنتی اور ذہین بیٹی کی عادت سن کر وہ بے ساختہ ہی مسکرا دیئے۔

''اب تو اجازت ہے نا چچی جان۔'' ناشتہ کر کے صائم مرتضٰی نے بڑے شریر سے انداز میں کہا تو تمام جملہ افراد ہنس دیئے۔

''ہاں بیٹا خدا تمہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے۔'' ان کے دل سے فوراً ہی اس ہونہار اور مودب انسان کے لئے دعائیں نکلنے لگیں، فرداً فرداً سب سے سلام دعا کے بعد وہ پورچ میں آیا تھا جب زرین بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے آئی تھی۔

''سر مجھے کالج ڈراپ کر دیں گے؟ میری گاڑی میری فرینڈ کے پاس ہے۔'' پھولی سانسوں سمیت اس نے عذر تراشا۔

''یس شیور۔'' ایک نظر اس کے دودھیا اور صبیح چہرے پر دوڑاتا وہ خوشدلی سے بولا تو وہ جلدی سے فرنٹ ڈور کھول کر سیٹ پر براجمان ہو گئی۔

☆☆☆

ذیشان رضوی کی تین بیٹیاں تھیں، سب سے بڑی نمل رضوی، جو ایم اے اکنامکس کے بعد فارغ تھیں ان سے دو برس چھوٹی زرین رضوی ایم ایس سی انجینئرنگ کے بعد حال ہی میں مقامی کالج میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اپنے فرائض سرانجام دے رہی تھیں، اس سے چھ برس چھوٹی علیشہ رضوی تھی جو ایف ایس سی کے فائنل ایئر میں تھی۔

نمل رضوی کی شادی ذیشان رضوی نے اپنے بچپن کے دوست درک صدیقی کے بڑے بیٹے دریاب صدیقی سے طے کی تھی جو اپنا ذا[illegible] بزنس چلا رہے تھے، ان سے چھوٹا حاذم صدیقی تھا جو تعلیم مکمل کر لینے کے باوجود زندگی [illegible] بارے میں سنجیدہ نہ تھا، نمل رضوی کی شادی علیشہ رضوی کے فائنل امتحانات کے بعد ہونا قرار پائی تھی اب چونکہ وہ فارغ تھی لہٰذا شادی [illegible] تیاریاں عروج پر تھیں۔

دریاب ایک خوش شکل اور ملنسار انسان تھا [illegible] ذیشان رضوی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں [illegible] قدرے مطمئن تھے۔

صائم مرتضٰی، ذیشان رضوی کے چچا زاد بھائی، مرتضٰی علی کے سپوت تھے، بنیادی طور پر [illegible] گاؤں سے تعلق رکھتے تھے مگر گزشتہ دس برس [illegible] صائم مرتضٰی تعلیم کی غرض سے شہر میں ہی مقیم تھے [illegible] اب وہ پی ایچ ڈی کر رہے تھے اور ساتھ ہی ایک [illegible] میڈیسن فرم بھی چلا رہے تھے، وہ پی ایچ ڈی [illegible] انگلینڈ سے کرنا چاہتے تھے مگر نسیمہ صدیقی مرتضٰی [illegible] کی آنکھوں کی ٹھنڈک صائم مرتضٰی تھے لہٰذا ان [illegible] کے منع کرنے پر وہ اپنے ارادے کو عملی شکل نہیں پہنا سکے۔

دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد بہت منتوں اور مرادوں کے بعد انہیں صائم مرتضٰی ملے تھے۔

صائم مرتضٰی بہت فرمانبردار حساس اور ذمہ دار بیٹے واقع ہوئے تھے، سارا رضوی کو ان [illegible] دلی پیار تھا وہ بیٹے کی کمی صائم مرتضٰی کی [illegible] برداریاں اٹھا کر پوری کرتی تھیں، ان کی بے [illegible] چاہت کی وہ بہت قدر کرتے تھے مگر ان کے پیار [illegible] کے چکر میں کیے جانے والے نت نئے تکلفات [illegible] سے وہ اکثر گھبرا اٹھتے تھے، یہی وجہ تھی ان کا آنا جانا کچھ محدود تھا دوسری وجہ ان کی حد سے زیادہ مصروف زندگی تھی ایک طرف تعلیم کا سلسلہ تھا تو دوسری طرف تیزی سے پھیلتے بزنس کی ذمہ داریاں بس وہ انہی کاموں میں الجھے رہتے تھے۔

بی اے میں جب نمل رضوی کو انگلش کے ٹیوٹر کی ضرورت پڑی تو صائم مرتضٰی نے اپنی خدمات فراہم کیں، تب علیشہ رضوی چھٹی جماعت کی طالبہ تھی اور زرین رضوی ایف ایس سی انجینئرنگ کے فائنل ایئر میں تھی، نمل کی دیکھا دیکھی زرین اور علیشہ نے بھی صائم مرتضٰی کو سر ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔

نمل اور زرین تو صائم مرتضٰی سے کافی فرینک تھیں مگر علیشہ رضوی کبھی صائم مرتضٰی سے اتنا گھل مل نہیں پائی تھی، لہٰذا وہ ابھی بھی جیسے ایک دوسرے سے غیر شناسا سے تھے۔

☆☆☆

''کسی کو دعوت دے کر ایسا سلوک نہیں کرتے۔'' حاذم صدیقی کا پرسکون اور سنجیدہ لہجہ علیشہ رضوی کو ندامت کی گہری کھائی میں دھکیل گیا۔

''آئم سوری، میرے بالکل ذہن میں نہیں رہا۔'' نظریں جھکائے ہوئے انے صفائی دینے کی کوشش کی۔

''آپ کے نزدیک میں یاد رکھنے یا بھول جانے کے زمرے میں آنے والی ایک غیر اہم شخصیت ہوں بلکہ چیز کہنا بے جا نہ ہوگا یعنی آپ ہمیں اتنا غیر اہم گردانتی ہیں۔'' اس کے جواب نے حاذم صدیقی کو مزید چراغ پا کیا تھا۔

''آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔'' اس کی بلا کی سنجیدگی پر وہ بے طرح گھبرا اٹھی۔

''میں نے نہیں سوچا، آپ کے جواب اور رویے کی تشریح کی ہے میں نے۔'' اب وہ ذرا نرم پڑا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ منمنی سی آواز میں بولی۔

''تو کیسی بات ہے؟'' وہ پوری طرح اس کی طرف گھوم گیا اور علیشہ رضوی کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

''مجھے لگا تھا آپ نہیں آئیں گے۔'' وہ منمنائی۔

''آپ کو لگتا ہے آپ مجھے بلائیں گی اور میں نہیں آؤں گا۔'' وہ چپ رہی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ سوال نہیں تھا، دو انسان اک آن کہے اور ان جانے رشتے کی ڈور سے بندھ گئے، ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میں اتنا استحقاق تھا کہ اسے لفظوں کے اظہار کی ضرورت نہ تھی، حاذم صدیقی کو اس کی سوچ پر تاسف ہوا تھا۔

وہ چاہ کر بھی کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی، پس پلکیں جھپک جھپک کر آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی اور لرزتی پلکوں کی چادر تلے چمکنے والے سفید موتیوں سے وہ بخوبی آگاہ تھا، اس کے دل کو اچانک کچھ ہوا تھا، اپنے سخت رویے کا اک پل میں افسوس ہوا تھا۔

اس کی نظروں میں چاہت کا سمندر خود بخود موجزن ہو گیا تھا، ایک بار اگر نگاہ اٹھا کر دیکھ لیتی تو ہر راز سے پردہ اٹھ جاتا۔

''کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں تم دونوں کے بیچ۔'' علیشہ رضوی اور حاذم صدیقی کو کچھ فاصلے پر محو گفتگو دیکھ کر وہ بھی وہیں چلی آئی تو حاذم صدیقی فوراً سنبھلا تھا۔

''کچھ خاص نہیں آپ کی بہن کو مہمان نوازی کے اصول سکھا رہا تھا۔'' وہ چوٹ کرنے سے باز نہیں آیا تھا، علیشہ رضوی نے تڑپ کر

اسے دیکھا، اس کی اتنی سی غلطی وہ معاف نہیں کر رہا تھا، خود کو نارمل پوز کرنے کی کوشش میں وہ ہلکان ہو رہی تھی وہ فوراً ہی اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''میں مذاق کر رہا تھا۔'' حاذم رضوی نے یقیناً اسے ہی کہا تھا مگر وہ ان سنی کر گئی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے مجھے بھی مہمان نوازی کے اصول سیکھنے چاہئیں۔'' کیوٹکس سے سجے ناخنوں کا از سر نو جائزہ لیتے ہوئے زرین رضوی نے تیکھے پن سے کہا۔

''اوں ہوں، جناب جب سے آئے ہیں آپ ہی نے تو سنبھال رکھا ہے۔'' حقیقتاً وہ جب سے آیا تھا زرین رضوی نے اسے بور نہیں ہونے دیا تھا اسے بھرپور کمپنی دی تھی حاذم صدیقی اپنی ترنگ میں بول گیا مگر زرین رضوی ٹھٹک گئی۔

حاذم صدیقی، علیشہ رضوی کے کہنے پر فوراً ہی آ دھمکا تھا، وہ تمل رضوی کا مایوں کا سامان مع جیولری اور سوٹ لے کر آیا تھا، وہ علیشہ اور زرین رضوی کے لئے بھی بہت خوبصورت جوڑے لائے تھے، بقول حاذم صدیقی کے یہ مما نے اپنی خوشی سے بھیجے ہیں، لیکن اس کے آنے سے قبل ہی تمل نے علیشہ رضوی کو زبردستی شاپنگ کے لئے اپنے ساتھ گھسیٹ لیا، اس پر مستزاد کہ پارلر، ٹریٹمنٹ کے لئے بھی چلی گئیں یوں ان کی واپسی شام ڈھلے ہوئے ہوئی اور حاذم صدیقی محض زرین رضوی کے رحم و کرم پر تھا۔

علیشہ رضوی کی بے پروائی پر اسے جی بھر کر غصہ آیا تھا جس کا اظہار وہ دبے دبے الفاظ میں کر گیا تھا مگر پھر اس کے جانے کے بعد اس کو افسوس ہو رہا تھا ایک دم ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا۔

''اتنا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' سارا رضوی کا اشارہ علیشہ اور زرین رضوی کے قیمتی ملبوسات کی طرف تھا۔

''اس میں تکلف کی کیا بات ہے آنٹی! مما کو اچھا لگا تو انہوں نے اپنی ایک بیٹی کے ساتھ ساتھ باقی بیٹیوں کو بھی بھیج دیا۔'' وہ مسکراتے ہوئے وضاحت دینے لگا۔

''آپی آپ بتائیں، آپ کو یہ سب پسند آیا ہے یا نہیں۔'' وہ تمل کے پاس بیٹھ گیا جو سی گرین سوٹ میں شرمائے شرمائے سے روپ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

''سب کچھ بہت اچھا ہے۔''

''دل مت رکھیں میرا، فارمیلٹی نہیں چلے گی، ایک ایک چیز کی پیکنگ کھول کر دیکھیں اور پھر اپنے ہونہار دیور کو داد دیں۔'' جوں کی توں پیکنگ دیکھ کر اس نے مصنوعی خفگی سے کہا تو تمل ایک ایک کر کے پیکنگ کھولنے لگی۔

''بس اب خوش۔'' تمل دھیرے سے مسکرائی۔

''نہیں تعریف تو رہتی ہے۔'' وہ شرارت سے بولا۔

''بہت اچھے ہے۔'' تمل نے مسکراتے ہوئے تعریف کی، اس کی پرستائش نظریں اپنے مایوں کے خوبصورت جوڑے پر جمی تھیں ہر شے واقعی لاجواب تھی۔

''آخر چوائس کس کی ہے، حاذم صدیقی کچھ خریدے اور دوسرے انسان کو وہ پسند نہ آئے ایسا ممکن ہی نہیں۔'' اس نے مصنوعی کروفر سے گردن اکڑائی تو تمام جملہ افراد کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''او کے آنٹی، میں چلتا ہوں۔'' پھر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''ابھی اتنی جلدی۔'' تمل نے حیرت سے

استفسار کیا۔

''آپ ابھی آئی ہیں نا اس وجہ سے آپ کو جلدی لگ رہا ہے میں تو کب سے آیا ہوں، کیوں جی، بتائیں نا۔'' اس نے زرین رضوی سے گواہی مانگی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں تو تمہیں ٹھیک سے ٹائم بھی نہیں دے پائی۔'' تمل کو افسوس ہوا۔

''فکر مت کریں آپی، آگے کا آپ کا پورا ٹائم ہمارا ہی ہے۔'' حاذم صدیقی نے اپنے رشتے کا حق جتایا تو وہ دونوں مسکرا دیئے۔

''او کے آپی پھر اجازت دیں۔'' اس دشمن جاں کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے اس نے کہا، اسے تو وہ خود ہی کافی زچ کر چکا تھا مگر علیشہ رضوی نے بھی تو اسے پورا دن انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھا تھا، وہ اپنے ردعمل پر درست تھا، آخری بار دیکھ لینے کی خواہش بھی پوری ہوتی دکھائی نہ دے رہی تھی۔

''کہیں نہیں جانا تم نے، کھانا تیار ہے کھا کر جانا۔'' سارا رضوی کا انداز تحکم بھرا تھا۔

''تمل تم کھانا لگاؤ، سب کچھ تیار ہے اور علیشہ سے کہو کہ یہ سامان سمیٹے۔'' پھر وہ تمل سے مخاطب ہوئیں اور علیشہ رضوی کا نام سنتے ہی اس کے ارادے بدلنے لگے تھے۔

''علیشہ یہ سامان سمیٹو۔'' سارا رضوی کے بلاوے پر جب وہ لاؤنج میں آئی تو انہوں نے حکم صادر کیا۔

''جی مما!'' مختصراً کہتی وہ دو زانوں ہو کر کارپٹ پر بکھری چیزیں اٹھانے لگی، تمل اور سارا رضوی کچن میں تھیں، زرین اپنے کمرے میں چینج کرنے گئی تھی، اس کی سرخ آنکھیں اور گلابی چہرہ دیکھ کر وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ یقیناً پورا ٹائم روتی رہی ہے۔

''میں بھی ہیلپ کروا دوں۔'' وہ اس کے قریب ہی فلور کشن پر ٹک گیا اور گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا، کمر تک آتے بالوں کو پونی ٹیل کی شکل میں بنائی گئی تھی مگر چند ایک شریر لٹوں نے قید میں جانے سے انکار کر دیا تھا اور آوارہ چہرے کے اطراف میں جھول رہی تھیں رونے کی وجہ سے پورا چہرہ گلابی رنگ کی چھاپ کے زیر اثر تھا فیروزی رنگ کا سوٹ جس پر سلور موتیوں کا کام ہوا تھا اس کے سراپے پر خوب جچ رہا تھا اس کا پورا وجود گویا چاندنی میں نہایا تھا، بڑا سا ہمرنگ دوپٹہ کندھے کی زینت بنا تھا۔

''نہیں میں کر لوں گی۔'' اس کی گہری نگاہوں سے پزل ہو کر وہ جلدی سے بولی۔

''ویسے تم نظر اٹھا کر دیکھ سکتی ہو، میں بھی کافی اچھا لگ رہا ہوں۔'' وہ معصومیت لہجے میں سمو کر بولا، انداز میں شوخی کی جھلک بہت نمایاں تھی۔

''مجھے نہیں دیکھنا۔'' وہ چڑ کر بولی تو وہ بے ساختہ زیر لب مسکرایا۔

''نہیں دیکھو گی تو پتہ کیسے چلے گا کہ ان آنکھوں میں کیا ہے۔'' وہ بے باکی کے تمام ریکارڈ توڑنے پر تلا بیٹھا تھا اور علیشہ رضوی کے رخسار دہک کر انگارہ ہو رہے تھے، جواباً وہ لب کاٹنے لگی تھی۔

''ایسی بھی کیا ناراضگی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے وہ حساب ہے تمہارا، سارا دن انتظار بھی خود کروایا اور اب خفگی کا میڈل بھی اپنے گلے میں ڈالا ہے۔'' وہ مصنوعی ناراضگی سے بولا۔

''ایسی ہی بات ہے تو ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔'' وہ مزید گویا ہوا۔

''رکیں تو میں، میں کب ناراض ہوں۔'' وہ گھبرا کر اپنی صفائی میں بولی۔

''میں اتنی دور سے تمہارے لئے آیا ہوں اور تم ہو کہ دور بھاگ رہی ہو۔'' وہ بدستور منہ پھلائے تھا، یہ شاید پہلا اقرار تھا جو اس کے لبوں نے کیا تھا، علیشہ رضوی کو خوامخواہ رونا آنے لگا، تو حازم صدیقی نے ایک ہی جست میں اس کا آنکھوں کی طرف بڑھتا ہاتھ تھام لیا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔'' وہ رونا دھونا بھول گئی، اس کے وجود میں جیسے برقی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

''چھوڑیں میرا ہاتھ۔'' اسے مسکراتا دیکھ کر اس کی جان ہوا ہوا ہی تھی۔

''اگر میں نہ چھوڑوں تو......؟'' اسے روہانسی پا کر حازم صدیقی نے مزید ڈرایا۔

''پلیز بھی چھوڑ دیں۔'' علیشہ رضوی کا لہجہ التجائیہ ہو گیا، ساتھ ساتھ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش بھی جاری تھی۔

''پہلے ایک وعدہ کرو۔'' گرفت ذرا مضبوط کی تھی۔

''کیسا وعدہ؟'' علیشہ رضوی ٹھٹکی۔

''اوں ہوں، ایسے نہیں، پہلے وعدہ کرو۔''

''او کے کرتی ہوں وعدہ۔'' انداز جان چھڑانے والا تھا۔

''آئندہ رونا مت اور ہاں مجھ سے کبھی ناراض مت ہونا۔'' گمبھیرتا سے ادا کیا یہ جملہ اس کے وجود کو جلانے لگا تھا، حازم صدیقی کی پرشوق نگاہیں علیشہ رضوی کے صبیح چہرے پر ٹک گئی تھیں علیشہ رضوی کو وہاں بیٹھنا محال لگ رہا تھا۔

''حازم کھانا ریڈی ہے بیٹا، چلیں کھا لیں اور علیشہ تم ابھی ایسے ہی بیٹھی ہو چلو تم بھی پہلے کھانا کھا لو بعد میں یہ پھیلاوا سمیٹ لینا۔'' سارا رضوی نے حازم صدیقی کے ساتھ ساتھ علیشہ کو بھی حکم صادر کیا، تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سارا دن تو مصروفیت کی نذر ہو گیا اب کھانا تو ساتھ کھا ہی سکتے ہیں۔'' اس کے کان میں حازم صدیقی نے ایک نرم گرم سی خواہش انڈیلی تو جواباً وہ مسکراتے ہوئے کنول رضوی کے پہلو میں ٹک گئی، حازم صدیقی جی بھر کر بدمزہ ہوا مگر وہ بڑے مزے سے اسے چڑاتی رہی، ڈھیر ساری یادوں اور موج مستی کے بعد وہ رخصت ہو گیا مگر علیشہ رضوی کے اندر تو جیسے بہار کا موسم ٹھہر گیا تھا۔

☆☆☆

میرون لہنگے میں کنول رضوی کا دو آتشہ حسن خوب گہنا رہا تھا اس کے پہلو میں آف وائٹ اور فیروزی فینسی شیروانی زیب تن کیے براجمان دریاب صدیقی بھی کچھ کم نہیں لگ رہا تھا، ہنستے مسکراتے چہرے رضوی پیلس میں قہقہے بکھیرتے گویا خوشیاں برسا رہے تھے، پورا رضوی پیلس چاندنی اور رنگ و بو میں نہلایا آنکھیں خیرہ کر رہا تھا۔

براؤن فراک جس پر گولڈن کام ہوا تھا زیب تن کیے اپنی تمام حشر سامانیوں سمیت علیشہ رضوی بھی جلوہ افروز تھی، لپ اسٹک سے سجے یاقوت ہونٹ انار کے دانوں کی طرح جگمگا رہے تھے، کٹورا آنکھوں میں سیاہ کاجل کی سیاہی نے گویا قیامت برپا کر دی تھی، شہد رنگ آنکھیں کرسٹل کے موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں، لمبے بال کمر تک لہرا رہے تھے، جو بھی دیکھتا ایک بار ٹھٹک کر رک جاتا، آج وہ بہت دل سے تیار ہوئی تھی اور ہر نظر نے اس کی تیاری کو سراہا تھا اس کے معصوم و دلکش حسن کی جی بھر کر تعریف کی تھی، اس کا دل نجانے کیوں دھڑک دھڑک کر بے حال ہو رہا تھا۔

وہ جہاں بھی چھپ جاتی حازم صدیقی کی نگاہیں اس کا تعاقب کرتی محسوس ہو رہی تھیں، اس کی مسکراتی نگاہوں کے پیغام موصول کرتے ہوئے نجانے کیوں اس کا دل گھبرا رہا تھا، زرین رضوی نے اسے اپنے ساتھ باندھ رکھا تھا، وہ اسے تمام مہمانوں سے ملوا رہی تھی، رائل بیلو شلوار سوٹ میں لمبے ڈھلکتے دوپٹے اور شولڈر کٹ بالوں کو شانوں پر پھیلائے وہ بہت خوبصورت اور باوقار لگ رہی تھی۔

''شادی آپ کی ہو رہی ہے جو آپ اتنا سج دھج کر پھر رہی ہیں۔'' اس کی تیاری پر سرسری سی نظر دوڑا کر وہ اسے چھیڑنے کی خاطر بولا، اس سے چھپتی چھپاتی وہ لان کے آخری سرے پر چیئر ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی تھی مگر حازم صدیقی نے آن ہی لیا۔

''کیوں آپ جیلس ہو رہے ہیں۔'' وہ اس سے ایسے جملے کی توقع نہیں کر رہی تھی لہٰذا فوراً چمک کر بولی۔

''آپ کو پتہ ہے غصے میں خوبصورت لوگ اور بھی خوبصورت لگتے ہیں۔'' اس نے علیشہ رضوی کے مصنوعی غصے پر اوس گرائی تو وہ شپٹا کر مسکرا دی۔

''آپ تو یوں مسکرا رہی ہیں جیسے میں آپ کے بارے میں بات کر رہا ہوں، میں تو خوبصورت لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔'' اگلے ہی لمحے وہ پھر اسے تپا گیا۔

''تو یہاں کیوں فریز ہو گئے ہو پھر، جا کر خوبصورت لوگوں کی محفل کو رونق بخشیے نا۔'' وہ خوامخواہ روہانسی ہو گئی اسے واقعی اپنا وجود کچھ زیادہ ہی اوور محسوس ہو رہا تھا۔

''بات تو پوری سن لیں میرے کہنے کا مطلب تھا آپ خوبصورت نہیں ہیں، بلکہ خوبصورتی کا لفظ تو آپ کے حسن کی ذرا سی بھی تشریح نہیں کر پائے گا۔'' وہ ذرا بھی اس کے لفظوں سے متاثر نہیں ہوئی تھی، بس منہ پھلائے کھڑی رہی۔

''اچھا ایک بات پوچھوں؟'' اس نے موضوع بدلا۔

''کیا؟''

''مجھ سے چھپ کیوں رہی ہو؟'' وہ براہ راست مدعا پر آیا۔

''میں کب چھپی ہوں؟'' وہ صاف مکر گئی۔

''اچھا پھر یہاں کیوں بیٹھی ہو، تمہاری بہن کی شادی ہے اور تم غیروں کی طرح ایک کونے میں بیٹھی ہو جاؤ اسٹیج سنبھالو، زرین کو دیکھو کب سے قبضہ کیا ہے دولہے میاں کے ساتھ والی نشست پر۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' علیشہ رضوی نے اس کے مشورے کی تردید کی۔

''تو پھر مان لو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ بضد ہوا تو وہ نگاہیں جھکا کر ناخنوں کا بلاوجہ ہی جائزہ لینے لگی، گویا اقرار ہی تو کیا تھا۔

''اچھی لگ رہی ہو۔'' الفاظ سادہ تھے مگر لہجہ بہت خاص تھا، اس کی پلکیں بے بس ہی لرزنے لگی تھیں۔

''علیشہ بیٹا زرین کہاں ہے؟ جائیں اسے ڈھونڈیں اور بلا کر اسٹیج پر لائیں دودھ پلائی کی رسم تو آپ ہی نے کرنی ہے تمام کام وقت پر ہو جائیں تو اچھی بات ہے۔'' سارا رضوی نے نہایت مصروف انداز میں اسے ہدایت جاری کی۔

''ابھی تو اسٹیج پر تھی آپی مما۔'' اس نے ایک نگاہ اسٹیج پر دوڑا کر کہا جواب زرین رضوی کی موجودگی سے خالی تھا، لیکن سارا رضوی اسے

ہدایت دے کر جا بھی چکی تھیں، بادل نخواستہ اسے ہلنا ہی پڑا۔

"آپ میری ایک ہیلپ کریں گے؟"

"یس شیور، یو ہائی نیس۔" وہ فوراً کورنش بجا لایا، تو معصوم سا تبسم اس کے لبوں پر بکھر گیا۔

"آپ زرین آپی کو میرا میسج دیں کہ اسٹیج پر آ جائیں تب تک میں باقی کام دیکھ لوں۔"

"آہ، یعنی ان ڈائریکٹلی آپ مجھے یہاں سے بھگانا چاہتی ہیں۔" وہ جب مذاق کے موڈ میں ہوتا تھا تو آپ کا مینو استعمال کرتا تھا۔

"واؤ آپ تو بہت انٹیلی جنٹ ہیں۔" اس نے جیسے اس کے خیال کی تائید کی، تو وہ دکٹری کا نشان بناتا وہاں سے چلا گیا۔

"آپ کی بہن نے مجھے آپ کو ڈھونڈنے کی ذمہ داری سونپی تھی مگر آپ کے تاج محل میں چکر لگاتے لگاتے میں تو تھک گیا ہوں۔" اسے فرسٹ فلور پر ریلنگ کے قریب کھڑا دیکھ کر وہ فوراً نیچے سے ہی بولا تھا ساتھ ہی پہلی سیڑھی کو عبور کرنے کا قصد بھی کر ڈالا۔

"تو آپ نے اپنی ننھی سی جان کو تکلیف کیوں دی۔" وہ مسکراتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی، مگر نجانے کیسے ہائی ہیل پہنے زرین رضوی کا پاؤں پھسلا اور وہ بے توازن ہو کر گرنے کو تھی کہ کسی نے اس کے لڑکھڑاتے وجود کو آگے بڑھ کر سنبھال لیا، وہ ذہنی طور پر اس حادثے کے لئے تیار نہ تھی لہٰذا اس نے بے ساختہ ہی بچانے والے کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام لیا۔

سنہری بال بکھر کر چہرے کے اطراف میں پھیل گئے، رائل بیلو دوپٹہ ڈھلک کر زمین کی ملکیت میں چلا گیا، حازم صدیقی کا ایک ہاتھ ریلنگ پر جما تھا اور دوسرا ہاتھ اس کے کمر کے گرد حمائل کیے وہ اسے سہارا دیئے ہوئے تھا زرین رضوی کے دونوں ہاتھ اس کے مضبوط کندھوں پر ٹھہرے تھے، حازم صدیقی کو گویا موم کی گڑیا نے چھو لیا تھا، اس کی چاندنی سی رنگت دہکتے کوئلے کی طرح سرخ ہونے لگی تھی، کچھ پل آئے اور آ کر دونوں کے مابین تھم گئے حازم صدیقی کی نگاہیں اس کے خوبصورت خدوخال سے پھسلتی اس کی صراحی کی طرح لمبی اور سفید گردن میں چمکتے قیمتی پینڈنٹ پر آ کر رک گئیں، چند لمحے لگے تھے اسے سنبھلنے میں، اس نے آہستگی سے زرین رضوی کو اس کے قدموں پر کھڑا کیا۔

"وہ...... پتہ نہیں کیسے...... میرا پاؤں...... آئی مین میں پھسل گئی تو...... ساری۔" مارے گھبراہٹ کے اس سے الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے ٹوٹ ٹوٹ کر ہونٹوں پر ہی بکھر گئے۔

"اٹس اوکے۔" حازم صدیقی نے رخ موڑ لیا، زرین رضوی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وہ لب کاٹتی چند لمحے وہیں کھڑی رہی اور پھر وہاں سے نکل گئی، گویا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا جو قابل بیان ہوتا لیکن کچھ کمزور لمحے انہیں اپنی گرفت میں ضرور لے گئے تھے وہ لمحے آئے اور آ کر گزر گئے مگر اپنے آپ میں انمٹ نقوش چھوڑ گئے، زرین رضوی کے لبوں پر خاموشی کا قیام تھا تو حازم صدیقی بھی ان ساعتوں کو جھٹک نہیں پا رہا تھا، اس کا گداز لمس اب بھی اس کے بازو اور شانوں پر سرسرا رہا تھا، ایک پل نے اس کا اندر باہر اتھل پتھل کر دیا تھا، وہ چند لمحے پہلے حازم صدیقی تھا اور کچھ لمحے بعد اپنے آپ سے بیگانہ۔

☆☆☆

"نہیں علیشہ بھلا پانچ سو سے تمہارا گزارا کہاں ہوگا۔" دریاب صدیقی نے اسے چھیڑا، جو دودھ کا گلاس پھولوں کے تھال میں سجائے کھڑی تھی۔

"یہ لیں آرام سے دودھ پئیں اور نیگ نکالیں۔"

"یار تمہاری محنت دیکھتے ہیں، دودھ جتنا ٹیسٹی ہوگا اتنا ہی تمہیں نیگ ملے گا۔" اس نے شرط لگائی تو پورا پنڈال لڑکے لڑکیوں کے غل سے گونج اٹھا۔

"اور اگر دودھ خراب ہوا تھا۔" ایک طرف سے آواز آئی۔

"تو آپ لوگ نقصان بھریں گے۔" دریاب صدیقی کے کسی چالاک کزن نے جواب دیا۔

"یہ تو فاؤل ہے۔" علیشہ نے مدد طلب نگاہوں سے زرین رضوی کی طرف دیکھا، مگر وہ تو جیسے پورے ماحول سے کٹ کر کھڑی تھی اور حازم صدیقی تو سرے سے موجود ہی نہ تھا۔

"تمہیں کیا چاہیے علیشہ۔" دریاب صدیقی نے اس سے استفسار کیا۔

"ایک غبارہ دے دیں۔" پھر سے وہی کزن میدان میں کودا۔

"جی تاکہ آپ اس سے کھیل کر اپنا شوق پورا کر سکیں۔" لائم نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو لڑکیوں کی دبی دبی مسکراہٹیں ابھرنے لگیں۔

"جتنی خوشی آپ کو آپی کو پانے کی ہے اتنے دے دیں۔" بہت سوچ بچار کے بعد اس نے مختصر اً مگر تگڑا جملہ ادا کیا تھا، پورے پنڈال سے داد کی آوازیں موصول ہونے لگیں۔

صائم مرتضٰی جو کسی کام سے آیا تھا یہ جملہ سن کر بولنے والی کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا، لائٹ پرپل شرٹ کے کف کہنیوں تک موڑے بکھرے بالوں کے ساتھ وہ واقعی بہت مصروف لگ رہا تھا، صائم مرتضٰی کے سامنے وہی لڑکی کھڑی تھی جس کو وہ کب سے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ اسے کوئی رشتہ دار یا نمل کی فرینڈ سمجھ رہا تھا اور پھر مدھم سی مسکراہٹ سے نواز کر وہ واپس ذیشان رضوی کے پاس چلا گیا۔

"آپ کی آپی کو پانے کی مجھے کتنی خوشی ہے اگر اس حساب سے آپ کو کچھ دینا پڑا تو شاید میں کچھ بھی نہ دے پاؤں کیونکہ یہ بہت انمول ہیں۔" اس کے ساتھ ہی دریاب صدیقی نے چیک بک نکالی اور بلینک چیک سائن کر کے اسے تھما دیا جو سارا رضوی کے گھورنے پر اس نے فوراً واپس کر دیا۔

"نہیں بھائی کیش چاہیے۔" علیشہ رضوی نے جھٹ سے کہا۔

"ہاں جی کیا پتہ دولہے میاں کا اکاؤنٹ ہی خالی ہو۔" کسی کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تھی۔

"کیوں آپ ہر کسی کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔" وہاں سے بھی جواب آنے میں قطعاً دیر نہیں ہوئی تھی، نمل اور دریاب ان کی نوک جھونک سے خوب لطف اٹھا رہے تھے۔

تب ہی دریاب صدیقی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جتنے بھی نوٹ آئے تمام علیشہ رضوی کو تھما دیئے لڑکے لڑکیوں نے زبردست شور مچایا اپنی جیت پر، ہنستے مسکراتے آخر رخصتی کا وقت بھی آن پہنچا، ہر شے پرسوز اور پرنم ہو چلی تھی، ہر آنکھ اشکبار تھی۔

نمل رضوی کو گاڑی میں بیٹھا کر رخصت کیا گیا، علیشہ رضوی، سارا رضوی کی بانہوں میں سما کر خوب روئی، صائم صدیقی نے ذیشان رضوی کو سنبھال رکھا تھا، اپنے جگر کے ٹکڑے کی جدائی پر وہ بہت نڈھال نظر آ رہے تھے بارات کی واپسی ہو چکی تھی۔

"اچھا آنٹی جی اللہ حافظ اور فکر مت کریں

ہم نمل آپی کو پھولوں کی طرح رکھیں گے۔'' حاذم صدیقی اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا اس نے بہت محبت سے سارا رضوی کے ہاتھ تھام کر کہا تو مزید آبدیدہ ہو گئیں۔

''جیتے رہو۔'' وہ بے ساختہ اسے دعائیں دینے لگیں، مگر علیشہ رضوی کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ اسے تسلی کا ایک بول بولے بغیر دو قدم کے فاصلے پر کھڑی زرین رضوی کی طرف بڑھ گیا۔

''آئی ایم ساری۔'' اس کے قریب جا کر کان کے پاس جھک کر وہ مدھم سروں میں بولا تو وہ سمٹ کر پیچھے ہوئی، علیشہ رضوی نے دو قدموں کی دوری پر یہ سب دیکھا، ایکدم اس کا ذہن ماؤف ہونے لگا مگر پھر وہ سنبھل گئی، کیونکہ اسے سارا رضوی کو سنبھالنا تھا، اسے ذیشان رضوی کو بھی دیکھنا تھا، وہ حاذم صدیقی سے سر جھٹکتی سارا رضوی کو چیئر پر بیٹھا کر پانی دینے لگی پھر باپ کی طرف بڑھی۔

ائیر رنگز اتار کر وہ بیگ میں رکھ چکی تھی بال اٹھا کر کیچر میں جکڑ دیئے، وہ کافی حد تک سادگی کا روپ دھار چکی تھی، مگر ان کے پاس پہلے سے کوئی موجود تھا جوان کے کان میں نجانے کیا سرگوشیاں کر رہا تھا، مگر اس کے قدموں کی چاپ سن کر وہ انسان اپنی سرگرمی کو ملتوی کر کے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''پاپا!'' اسے نظر انداز کرتی وہ ذیشان رضوی کی طرف بڑھی تھی اور ان کے سینے سے لگ کر ایک بار پھر رونے لگی۔

''پاپا!'' صائم صدیقی نے زیر لب دہرایا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ سمجھ گیا کہ یہ علیشہ رضوی ہے نمل اور زرین کو وہ جانتا تھا، پچھلے چھ سالوں سے وہ اس سے ہی نہیں مل پایا تھا یہ یقیناً علیشہ رضوی ہی تھی۔

''بس بیٹا، ایک دن بیٹیوں کو اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے، آخر آپ کو بھی ایک دن یہاں سے جانا ہے۔'' ذیشان رضوی نے اس کے آنسوؤں کو چنتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں پاپا، میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ مان بھرے غصے سے بولی تو صائم صدیقی بھی مسکرا دیئے۔

''اوکے انکل پھر میں چلوں۔'' صائم صدیقی نے اجازت طلب کی۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ بیٹے، اتنی رات کو کیسے جائیں گے بلکہ میں تو سوچ رہا تھا سارا اور بچیوں کو آپ ہی ولیمے کی تقریب میں لے جائیں اور تب تک اپنا قیام ادھر ہی رکھیں۔''

''چاچو گاڑی ہے میرے پاس اور پھر اسی شہر میں تو ہوں میں، پھر آ جاؤں گا۔''

''بالکل نہیں کچھ دیر آرام کرو اور اب نو مور آرگیومنٹس۔'' انہوں نے صائم صدیقی کو مزید بحث سے روک دیا۔

''علیشہ بیٹے صائم کو فرسٹ فلور پر روم تک پہنچا دیں۔'' اب وہ علیشہ رضوی سے مخاطب تھے جو چپ چاپ ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

''جی پاپا!'' اس نے فرمانبرداری سے سر ہلایا تو ناچار صائم صدیقی کو ان کی بات ماننی ہی پڑی، علیشہ رضوی اس کے ساتھ قدم بہ قدم چل رہی تھی، دونوں نفوس کے مابین خاموشی کی دبیز چادر تنی تھی، صائم صدیقی نے ایک نظر اس کی تبدیلیوں کا جائزہ لیا، وہ سادگی کا روپ دھارے کچھ دیر قبل نظر آنے والی علیشہ رضوی سے قدرے مختلف لگ رہی تھی۔

''آئی ایم علیشہ رضوی۔'' اچانک چلتے چلتے اس نے رک کر خود کو متعارف کروایا، گو کہ

اس کی ضرورت نہ تھی، مگر اس کی یہ ادا صائم مرتضیٰ کو بہت اچھی لگی تھی۔

''صائم...... صائم مرتضیٰ۔''

''آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنے میل جول اور رشتہ دار ہونے کے باوجود میں یہ فارملیٹی کیوں نبھا رہی ہوں رائٹ۔''

''یس یو آر رائٹ۔'' مبہم سا تبسم اس کے ہونٹوں پر مچل اٹھا تھا۔

''کچھ بھی ہو سر لیکن میں تو آپ سے آج پہلی بار ہی مل رہی ہوں نا۔'' اس نے پوری سچائی سے اعتراف کیا، مگر اس کے لہجے کی شناسائی میں کہیں اجنبیت کی جھلک نہ تھی۔

''اس کا مطلب ہے میں آپ کو یاد ہوں۔'' صائم مرتضیٰ نے گفتگو کو بڑھاوا دیا، اس کے ذہن کے پردے پر سنہری بالوں والی گڑیا گھوم گئی جو اب سیاہ ریشمی بالوں اور دراز قد کے ساتھ باربی ڈول بن چکی تھی۔

''جی...... آپ کو کوئی کیسے بھول سکتا ہے سر۔'' سر کا لفظ استعمال کر کے اس نے صائم مرتضیٰ کو باور کروا دیا کہ اسے بیتا وقت یاد تھا، صائم مرتضیٰ کا ذکر جب بھی اس نے نمل رضوی سے سنا انہوں نے اسے سر کے صیغے سے ہی مخاطب کیا سو وہ بھی ایسا ہی کر گئی۔

''یو نو ہم کتنے عرصے بعد مل رہے ہیں؟''

''کافی ٹائم گزر گیا ہے۔'' علیشہ رضوی نے قدرے سوچ کر کہا۔

''چھ سال گزر گئے ہیں علیشہ۔'' صائم مرتضیٰ کو نجانے کیوں دکھ سا ہوا۔

''واؤ کافی لانگ پیریڈ ہے۔'' علیشہ رضوی کا انداز سرسری تھا۔

''آپ تو تب کافی چھوٹی تھیں، تو پھر میں آپ کو اتنے اچھے طریقے سے کیسے یاد ہوں۔'' وہ نجانے کیوں بات کو طول دے رہا تھا، جواباً وہ دھیما سا مسکرائی اور پھر چل دی، صائم مرتضیٰ نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

''مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ ہمارے گھر کے در و دیوار پر نقش ہو گئے ہیں، شاید ہی کوئی لمحہ گزرتا ہو جس میں مما آپ کا ذکر نہ کرتی ہوں۔''

''کیا یہ کوئی طنز ہے۔'' صائم مرتضیٰ نے اس کے بے پرواہ انداز پر ٹھٹک کر پوچھا۔

''نہیں ایسا کچھ نہیں، اصل میں مما، پاپا اور نمل آپی جب تک آپ کا ذکر نہ کر لیں انہیں کہاں چین ملتا ہے، میں آپ سے آج ملی ہوں لیکن میں آپ کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں، کیونکہ سب نے آپ کو اتنا پاپولر جو کر دیا ہے۔'' اس کی سنجیدگی سے گھبرا کر علیشہ رضوی نے فوراً وضاحت دی، اس کا لمبا چوڑا جواب سن کر صائم مرتضیٰ کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

''تھینکس سر، آئی نو نمل آپی کی شادی میں پاپا کے ساتھ تمام ذمہ داریاں آپ ہی نے نبھائی ہیں۔'' وہ متشکر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''اگر میں کوئی غیر ہوں تو آپ میرا شکریہ ادا کر سکتی ہیں لیکن اگر آپ مجھے اپنا سمجھتی ہیں تو اس کی ضرورت نہیں۔'' سینے پر ہاتھ باندھے وہ گلاس ڈور کے سامنے رک گیا، اس کا دھیما پن اور نرم شخصیت اس کو بہت رعب دار بنا رہی تھی، علیشہ رضوی نے پہلی بار غور کیا تھا کہ اس کی مقناطیسی کشش رکھنے والی شخصیت کتنی باوقار اور پر اثر تھی، وہ بہت نپے تلے الفاظ میں گفتگو کر رہا تھا، جواباً وہ لب چبانے لگی تھی، اسے صائم مرتضیٰ سے اتنی صاف گوئی کی امید نہ تھی، شرمندگی اس کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی۔

''اور میں نے سنا ہے اس بار آپ کے ایگزامز بس ٹھیک ہی گئے ہیں۔'' اسے مزید

خجالت سے بچانے کے لئے اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

''یہ کس سے کہا آپ نے میں نے بہت ٹف تیاری کی تھی اور اس حساب سے میرے امتحانات بہت فٹ رہے ہیں، انشا اللہ میں ٹاپ کروں گی۔'' وہ ہمیشہ سے اسٹڈی کانشس رہی تھی اور صائم مرتضٰی نے تو گویا اس کی دکھتی رگ دبائی تھی، لہٰذا وہ اپنے دفاع کے لئے فوراً بول اٹھی، صائم مرتضٰی کا مقصد گزشتہ بات کے اثرات کو زائل کرنا تھا اور وہ اس میں کامیاب ہو چکا تھا۔

''تھینکس۔'' صائم مرتضٰی نے دھیرے سے کہا تو حیرانی سے اسے دیکھنے گئی۔

''فار یور سویٹ سمائل۔'' اس نے وضاحت کی تو علیشہ رضوی کے مسکراتے لب فوراً سکڑ گئے۔

''یہ تو فاؤل ہے۔'' وہ گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوگئی۔

''کیا؟''

''آپ نے خود میرے تھینکس کہنے پر کیسے سنجیدگی سے اپنے، غیر ہونے کا لیکچر جھاڑا اور اب مجھے تھینکس کہہ کر مجھے غیر بنا رہے ہیں۔'' اپنی تئیں اس نے بہت عقلمندی کی بات کی تھی مگر اس کے بچکانہ انداز پر صائم مرتضٰی کو جی بھر کر ہنسی آئی تھی جسے وہ فوراً دبا گیا مبادا وہ پھر ناراض نہ ہو جائے۔

''اوہ یہ تو واقعی ہی فاؤل ہے پر کیا ہونا چاہیے۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولا۔

''اگر آپ نے مجھے نیکسٹ ٹائم تھینکس کہا تو یہ سویٹ سمائل آپ کو میرے چہرے پر کبھی نظر نہیں آئے گی۔'' اس نے بہت سوچ کر کہا۔

''ایسا نہیں کہتے علیشہ، آپ ابھی بچی ہیں زبان سے نکلنے والے الفاظ کی قدر و منزلت سے بے خبر ہیں اور میں چاہوں گا آپ وقت حالات اور حقائق کی تلخی سے بے خبر ہی رہیں۔''

''حقائق کی تلخی سے نبرد آزما ہونے اور انہیں پرکھنے کے لئے عمریں گنوانا ضروری نہیں ہوتا سر، تجربات اور مشاہدے اس کے لئے کافی ہیں۔''

اسے کچھ دیر قبل حازم صدیقی کا اسے نظر انداز کرنا یاد آ گیا، صائم مرتضٰی اس کے بردبار انداز کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا، کچھ دیر قبل شوخ گفتگو کرنے والی علیشہ رضوی اب بہت باوقار اور سمجھ دار لگ رہی ہے۔

''اوہ سر باتوں باتوں میں آپ کا روم بھی آ گیا، ہمارا سفر گزر گیا اور پتہ بھی نہیں چلا۔'' اس نے عام سے انداز میں کتنی گہری بات کی تھی شاید علیشہ رضوی کو خود بھی اندازہ نہیں تھا۔

''نہیں آج تو سفر کی شروعات ہے ہمیں تو ساتھ ساتھ ہی چلنا ہے ایسے کہتے ہیں۔'' اس نے علیشہ رضوی کی تصحیح کی۔

''اور مائی لارڈ میں تو بھول ہی گئی کہ میں کس سے بحث کر رہی ہوں۔'' وہ فوراً ہتھیار ڈال گئی۔

''گڈ نائٹ سر۔'' وہ مسکراتے ہوئے پلٹ گئی۔

''اور ہاں اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو خود ہی مینج کر لیجئے گا آفٹر آل یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔'' جاتے جاتے وہ مڑ کر شرارت سے بولی۔

''اف کورس میم۔'' اس کے لہجے کی شوخی کو سمجھ کر وہ دھیرے سے بولا اور دیر تک اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں وہ چند لمحے قبل ایستادہ تھی۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب نے علیشہ رضوی کے جسم سے گویا روح کھینچ لی تھی، وہ عمر کے اس دور میں

تھی جب جذبات شدت کی نہج پر ہوتے ہیں، اگر محبت ہے تو وہ بھی شدید اور اگر نفرت ہے تو وہ بھی ہر شے سے بڑھ کر، اسے بھی حازم صدیقی سے محبت ہو چلی تھی، جس میں زیادہ تر ہاتھ حازم صدیقی کے شوخ اور مثبت رویے کا تھا، رہی سہی کسر زرین رضوی کی قیاس آرائیوں نے پوری کر دی تھی۔

اسے سپنوں کے گھوڑے پر سوار کر کے اب وہ خود راہ بدل رہا تھا، پوری تقریب میں حازم صدیقی کا لیا دیا رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا، وہ خود سے باز پرس کرنے کی ہمت بھی خود میں نہیں پاتی تھی۔

ان کے درمیان صرف احساس کا رشتہ تھا، لفظوں کے اظہار یا اقرار کی نوبت ہی کہاں آئی تھی، لیکن جب اس نے اس احساس کو محسوس کیا تو اس کی جڑیں علیشہ رضوی کے پورے وجود میں پھیل چکی تھیں، ان جڑوں کو اکھاڑنا گویا اس کے وجود سے زندگی کھینچنے کے مترادف تھا، اس نے ہر تفاوت سے بالاتر ہو کر اور ہر خلیج کو پاٹ کر سوجھ بوجھ گنوا کر حازم صدیقی کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہا تھا، اس کو دل کے مکان میں جگہ دی تھی، علیشہ رضوی کو اس ڈگر پر رواں کرنے والا وہی شخص تھا ہر لمحہ اس نے علیشہ رضوی کو معتبر کیا تھا، اس کے احساسات کو درستی کی سند بخشی تھی تو پھر اچانک دامن کیوں چھڑا رہا تھا۔

''اس کے بھائی کے ولیمے کا فنکشن ہے سینکڑوں انتظامات ہوں گے کرنے والے، میں بھی نا بس اسے اپنے پلو سے باندھ لینا چاہتی ہوں۔'' حال سے بے حال ہوتے دل کو ڈپٹتے ہوئے اس نے گویا خود کو تسلی دینا چاہی، مگر موہوم سی اداسی پھر بھی اس کا گھیراؤ کر گئی تھی، جس سے پیچھا چھڑانے میں وہ ناکام رہی تھی، اس کے بعد باقی کی رسومات وہ بے دلی سے بیٹھی رہی۔

☆☆☆

''مما میں نمل آپی کی طرف چلی جاؤں؟'' زرین رضوی نے صبح سے ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی مگر سارا رضوی تھیں کہ مان کر نہ دے رہی تھیں۔

''نہیں زرین روز روز جانا اچھی بات نہیں ہے، وہ تمہاری بہن کا سسرال ہے جب اسے ٹائم ملے گا وہ خود آ کر مل لے گی اسے گھر داری سیکھنے دو۔'' انہوں نے دوٹوک انکار سنایا۔

''اوہو، آپ بھی پتہ نہیں کس دقیانوسی سوچ اور پراگندہ خیالات کے دھارے میں بہہ رہی ہیں ابھی تک اپنی بہن سے ملنے پر اتنی پابندی۔'' اسے خوب ہی غصہ آیا تھا۔

''زرین میں دیکھ رہی ہوں نمل کی طرف تمہارا آنا جانا کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے۔'' ان کا انداز تنبیہی تھا۔

''کیا مطلب، آپ کہنا کیا چاہتی ہیں، آپی میری بہن ہیں، میں ان سے ملنا چاہتی ہوں، دیٹس اٹ اور مجھے اس میں تیسری کوئی بات نظر نہیں آتی۔'' زرین رضوی کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا۔

''زرین میں نے کب کہا کوئی تیسری بات ہے۔'' سارا رضوی مسکراہٹ دبائے سنجیدگی سے بولیں تو وہ گڑبڑا گئی۔

''مما پلیز یہ منظر اور پس منظر لغوی اور اصطلاحی معنوں والی باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں، پلیز مجھے بس اتنا بتائیں آپ مجھے اجازت دیں گی یا نہیں۔'' وہ زچ ہو کر بولی۔

''فضول کی ضدمت کرو، جاؤ اپنے پاپا کو کافی دے کر آؤ آفس کے لئے لیٹ ہو رہا ہے۔'' اسے اگلی بات کا موقع دیئے بغیر سارا رضوی نے

کافی کا مگ اسے تھمایا اور کچن سے چلتا کیا۔
ذیشان رضوی ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے اور اپنے پسندیدہ مشغلے میں محو تھے اسے دیکھتے ہی انہوں نے اخبار کو اللہ حافظ کہا۔
''کافی اچھی بنی ہے آپ نے بنائی ہے؟''
اس کے اترے چہرے کو دیکھ کر انہوں نے کافی پر تبصرہ کرتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔
''نہیں پاپا مما نے بنائی ہے۔''
''کیا بات ہے زرین، آپ اداس لگ رہی ہیں کوئی پریشانی ہے؟'' انہوں نے اس کے رویے کی تشریح کی تو زرین رضوی کی تو گویا امید بر آئی۔
''پاپا مجھے آپی کی طرف جانا ہے۔'' اس نے منہ بسور کر اپنی بات ذیشان رضوی تک پہنچائی۔
''اوہ تو یہ بات ہے، اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے ہم آج ہی اپنی بیٹی کو لے چلتے ہیں۔'' انہوں نے چٹکیوں میں مسئلہ سلجھایا، تو زرین رضوی کی دل کی کلی کھل اٹھی۔
''کیا آج جانا ضروری ہے بیٹا؟'' ان کا انداز پرسوچ تھا جیسے اچانک کچھ یاد آیا ہو۔
''کیوں پاپا، آج کوئی پرابلم ہے؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔
''اصل میں آج میری بورڈ آف ڈائریکٹر کی میٹنگ ہے اور دو تین اہم کام نپٹانے ہیں آپ کو چھوڑ کر کون آئے گا میں تو فری نہیں ہوں او کے پھر آپ ڈرائیور کے ساتھ چلی جائیں لیکن آپ کا یوں اکیلے جانا بھی مناسب نہیں۔'' وہ ذرا سا ہچکچائے۔
''پاپا میری آپی سے بات ہوئی ہے حاذم کو ادھر کام ہے وہ واپسی پر مجھے پک کرلیں گے اور پھر چھوڑ بھی جائیں گے۔''

''انہیں تکلیف دینا ٹھیک نہیں بیٹا۔'' وہ اس بات کے لئے راضی نہیں تھے۔
''پاپا آپی نے خود کہا ہے، لیکن میں فون کر کے منع کر دیتی ہوں۔'' اس نے ہوا میں تیر چلایا۔
''او کے چلیں ٹھیک ہے پھر آپ چلی جائیے۔''
''تھینک یو پاپا، بٹ پلیز مما کو سنبھال لیجئے گا آپ کو تو پتہ ہے انہیں آپی کی طرف زیادہ آنا جانا پسند نہیں ہے۔'' اس نے فوراً اگلا خدشہ ظاہر کیا۔
''ہاں بات تو ان کی ٹھیک ہے بٹ یو ڈونٹ وری مائی ڈیئر میں انہیں سمجھا دوں گا۔'' انہوں نے اسے یقین دلایا تو وہ بے طرح خوش ہوگئی۔
''پاپا یو آر ریئلی گریٹ۔'' ان کے گلے میں لاڈ سے باہیں ڈالتے ہوئے وہ چہکی۔

☆☆☆

لاؤنج میں زرین رضوی کے موبائل کی مخصوص ٹون بج رہی تھی، علیشہ رضوی چند لمحے ڈھیٹ پن طاری کیے بیٹھی رہی مگر مسلسل بجتی بیل پر اسے کان دھرنے ہی پڑے۔
موبائل اٹھاتے ہی اس کی اسکرین پر جگمگاتے نمبر اور نام نے اس کے وجود سے ہر احساس چھین لیا تھا پھر نجانے کس احساس کے تحت اس نے یس کا بٹن پریس کر دیا۔
''کہاں ہیں میم، کب سے کال کر رہا ہوں، ریسو تو کرلیں۔'' دوسری طرف وہ نان اسٹاپ شروع ہوا تھا گویا اس یقین کے ساتھ کہ دوسری طرف زریں ہے۔
''آپ ریڈی ہو میں آرہا ہوں آپ کو لینے، اینڈ پلیز سی گرین سوٹ پہننا میں آپ کو اس

رنگ میں دیکھنا چاہتا ہوں، اٹس ویری امپورٹنٹ ڈے فارمی۔'' اس کی آواز میں بے تابیاں عیاں تھیں، علیشہ رضوی کو کسی نے گویا طمانچہ رسید کیا تھا، وہ اتنی نادان تو نہ تھی کہ اس فرمائش کا مطلب نہ سمجھ پاتی، اس کے انداز میں پنپتے جذبات محسوس نہ کر پاتی، اس نے فون بند کر دیا، اس کی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ موتی بن کر پھسل رہے تھے۔
وہ پوری طرح سنبھل بھی نہیں پائی تھی کہ نجانے زرین رضوی کہاں سے آئی اور چیل کی طرح اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹ لیا۔
''وٹ از دس نان سینس، تمہیں اتنے بھی مینرز نہیں ہیں کہ کسی کا پرسنل سیل یوز نہیں کرتے۔'' وہ تنک کر بولی اور سیل چیک کرنے لگی۔
''حاذم کی کال تھی، اوہ گاڈ اینڈ یو ڈونٹ ٹیل می۔'' وہ اتنی حیرت سے استفسار کر رہی تھی کہ علیشہ رضوی بے گناہ ہونے کے باوجود شرمندہ نظر آنے لگی۔
''تم رو کیوں رہی ہو۔'' اس کے آنسو فوراً اس کی پکڑ میں آگئے تھے۔
''نہیں تو میں تو بس ایسے ہی۔'' مارے غم و غصے کے اس کی آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی۔
''دیکھو علیشہ میں تمہیں بتا دینا چاہتی تھی اپنے اور حاذم کے بارے میں، وہ مجھے پسند کرتا ہے اور میں تمہیں یونہی اکساتی رہی مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی، بٹ آئی نو تمہارا اس میں بھی انٹرسٹ نہیں رہا، ہوپ سو بات اتنی آگے نہیں بڑھی تھی کہ تم واپس نہ آسکو، بلکہ میرے خیال میں تو حاذم کبھی بھی تم میں انوالو نہیں رہا، اس کے لہجے کی بے تابیاں اور دلی حالت کی بپتا سن کر مجھے لگتا ہی نہیں کہ اس کے دل میں کوئی اور آیا ہوگا۔''

کیا تھی زرین رضوی کسی کے جذبات کی سیج کو جلا کر خود کو آباد کر رہی تھی اور اس بات کا اسے کوئی پچھتاوا یا ندامت بھی نہ تھی۔
علیشہ رضوی حق دق سے اس کی شکل دیکھ رہی تھی، اس کے آنسوؤں نے شدت اختیار کی تھی۔
''کیوں آپی، آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ جو کچھ آپ چاہتی ہیں یا سوچتی ہیں بس وہی درست ہے، ہر کسی کی زندگی کا فیصلہ آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا، ہر کوئی اپنے احساسات کو آپ کی مٹھی میں دے دے گا۔''
''نہیں زرین آپی ایسا نہیں ہے، آپ نے کیا کہا، کیا نہیں کہا اور اب مجھے کیا باور کرانا چاہتی ہیں مجھے کچھ نہیں پتہ ہاں لیکن مجھے اتنا پتہ ہے کہ میرے دل میں کیا ہے، مجھے آپ کے بہلاوے میں نہیں آنا ہے بلکہ اب کی بار تو میں بے بس ہوں آپ کی بات چاہ کر بھی نہیں مان سکتی، مگر آپی آپ کو میرے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' اپنی بات کے آخر میں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی اور اس کے جواب زرین رضوی کے سر پہ لگی اور تلوؤں بجھی۔
''تم کوئی چھوٹی بچی نہیں تھی علیشہ، کہ میں نے جس سمت تمہیں موڑا تم چپ چاپ مڑ گئی، تم بھی بالغ سمجھدار اور باشعور لڑکی ہو، اگر تمہارے دل میں اب بھی حاذم کے لئے کچھ ہے تو تمہارا گھٹیا پن ہے، ایک ایسے شخص کو چاہنا جو کسی اور کی چاہت کا اسیر ہو چکا ہے تمہیں نہیں لگتا یہ سراسر خیانت ہے۔'' زرین رضوی نے تو اسے ہی خائن بنا دیا، وہ جو اپنی بربادی کی جنگ لڑ رہی تھی اس کی بے حسی تو گویا منجمند ہی کر گئی۔
''مجھے لگا تھا تم چھوٹی ہو، مجھے تمہیں سمجھانا چاہیے بٹ یو ڈونٹ نیڈ اٹ (لیکن تمہیں اس کی

ضرورت نہیں) اینڈ ون تھنگ مور علیشہ رضوی کبھی میرے اور حاذم کے بیچ آنے کی کوشش مت کرنا کیونکہ پتھر سے ٹکراؤ گی تو نقصان اپنا ہی ہوگا اور اپنے رشتے میں، میں تمہاری مداخلت قطعاً برداشت نہیں کروں گی۔'' اس بار اس کے لہجے کی تمام نرمی مفقود تھی، وہ انگشت شہادت سے اسے گویا تنبیہہ کر رہی تھی اور علیشہ رضوی کو اپنا آپ بہت چھوٹا لگ رہا تھا، کیوں وہ اتنی کمزور پڑ گئی کہ اپنی دل کی بے بسی کھول کر اس کے سامنے رکھ دی۔

''مجھے حاذم صدیقی سے کوئی لینا دینا نہیں، آپ ایسی بات کبھی سوچئے گا بھی مت۔'' دل کے درد کو یاں زبان ملی تھی۔

''ہونا بھی نہیں چاہیے اور ہوگا بھی تو کوئی بات نہیں، وہ میرا ہے تم اپنی زندگی سراب میں گزار دو تو یہ تمہاری پرابلم ہے لیکن حاذم صدیقی پر میں تم جیسی خوبصورت بلا کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی۔'' اس کے لہجے سے کتنی بے حسی ٹپک رہی تھی، علیشہ رضوی جتنی بھی حیران ہوتی کم تھا، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان دونوں کا بہنوں کا رشتہ زیادہ معتبر ہے یا حاذم صدیقی اور رزین رضوی کا رشتہ اس کے رشتے کو مات دے گیا، موبائل پھر گنگنانے لگا تھا۔

''ہیلو لیس می کم ان۔'' دوسری طرف شاید وہ حاذم تھا وہ باہر آ چکا تھا اور زرین رضوی پہلے سے ہی سی گرین لباس میں ملبوس تھی، اس کی آنکھوں میں زرین رضوی کا لہراتا آنچل مرچیں بھرنے لگا تھا۔

حاذم صدیقی کی ذات کا بھرم تھا جو آج ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔

''کاش حاذم...... تم کسی اور لڑکی کو اپنا کر مجھے دھوکہ دے دیتے لیکن تم نے تو پھر جیسے میرا ہی انتخاب کر لیا، میری ہی بہن کو چن لیا، تاکہ میں پل پل مروں ہر روز تمہارا سامنا کروں اور ہر روز اپنے آپ سے نظریں چراؤں، تم نے مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا، میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' اس کے دل کے بین حاذم صدیقی سے سوال کر رہے تھے کوئی برچھی اس کے دل میں اتر کر طوفان برپا کر رہی تھی، آنکھوں میں اشکوں کا سمندر رواں تھا تو دل میں بربادی کا ماتم کدہ بچھا تھا، علیشہ رضوی پر آج خزاں نے بسیرا کیا تھا۔

☆☆☆

''بینک سے پیسے نکلوا کر کے مجھے کال کر لینا۔''

''چاچو میں دیکھ لوں گا آپ ٹینشن مت لیں۔'' صائم مرتضٰی نے ذیشان رضوی کو تسلی دی۔

''مجھے پتہ ہے بیٹے آپ سب سنبھال لیں گے۔'' ذیشان رضوی نے فخر سے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تو وہ احتراماً جھک گئے، ذیشان رضوی نے چند ایک فائلز اور سائن کیے ہوئے چیک صائم مرتضٰی کو تھمائے۔

''آفس کے بعد آپ سیدھا ادھر آئیں گے، آپ کو تو پتہ ہے نمل نے خاص تاکید کی ہے آپ کے لیے۔''

کل نمل رضوی اپنے سسرال والوں کے ساتھ رضوی پیلس آ رہی تھی، بقول نمل رضوی بہت اہم کام تھا سو اس نے صائم مرتضٰی کی شمولیت اور ذیشان رضوی کی موجودگی پر خصوصی زور دیا تھا لہٰذا آج ذیشان رضوی گھر پر ہی موجود تھے۔

لیکن ورکرز اور اسٹاف کو سیلری کی پے منٹ بھی آج ہی کرنی تھی لہٰذا ذیشان رضوی نے یہ کام صائم مرتضٰی کو سونپ دیا کہ انہیں ان کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ تھا۔

''او کے چاچو! مجھے ٹائم ملا تو ضرور آؤں گا۔'' صائم مرتضٰی نے پس و پیش کی۔

''گھر رکنے یا آنے پر اتنی بحث مت کیا کریں صائم، وہ آپ کا اپنا گھر ہے، سارا نے بس آپ کو جنم نہیں دیا ورنہ انہوں نے ہمیشہ آپ پر اپنی ممتا نچھاور کی ہے آپ کو اپنی سگی اولاد سمجھا ہے، آئندہ آپ نے ایسی اجنبیت دکھائی تو ہم آپ کو کوئی ذمہ داری نہیں سونپیں گے۔'' ذیشان رضوی تو اچھے خاصے جذباتی ہو گئے، صائم مرتضٰی کو خواہ مخواہ ہی شرمندگی ہونے لگی اس گھر کے ہر فرد اور ان کے خلوص کی وہ دل سے قدر کرتا تھا۔

''سوری چاچو ایسا نہیں ہوگا نیکسٹ ٹائم میں جلدی کام نپٹا کر گھر آ جاؤں گا۔'' اس نے ذیشان رضوی کو خوش کرنا چاہا۔

''آئی نو مائی سن، تم کبھی کسی کی دل آزاری کا باعث نہیں بن سکتے۔''

''او کے چاچو پھر شام کو ملتے ہیں۔'' ایک الوداعی مسکراہٹ سے نواز کر وہ باہر نکل گئے۔

☆☆☆

وہ فائلز اٹھائے پورچ کی طرف بڑھنے لگا تھا جب اورنج سوٹ میں گھاس پر براجمان وجود نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی، اوائل جون کی وجہ سے دن چڑھتے ہی سورج کی حدت بڑھنے لگتی تھی، ابھی محض گیارہ ہی بجے تھے مگر گرمی کی شدت نے ہر ذی نفس کو گھر کی دہلیز تک ہی محدود کر دیا تھا، ایسے میں کون ہو سکتا تھا صائم مرتضٰی متجسس سا اس سمت بڑھنے لگا۔

''ایکسکیوز می۔'' اس نے پشت پر جا کر پکارا، اس لڑکی نے صائم مرتضٰی کے پکارنے پر فوراً گردن موڑ کر دیکھا، علیشہ رضوی کو وہاں دیکھ کر جہاں وہ دم بخود رہ گیا اس سے کہیں زیادہ اس کے حلیے اور حالت نے اسے حیران کیا تھا۔

چہرے کے اطراف میں بکھرے بال گواہی دے رہے تھے کہ کئی دن سے انہیں سنوارنے یا بنانے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی، دھوپ کی تمازت سے سفید رنگت سندوری ہو چکی تھی، متورم و سرخ ڈوروں سے بھری آنکھیں کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھیں، اورنج سوٹ پر جا بجا سلوٹیں نمایاں تھیں دوپٹہ صرف کندھے پر لٹک کر فارملیٹی نبھا رہی تھا، وہ ننگے پاؤں گھاس پر کھڑی تھی، یقیناً اس کے گلابی پیر جل رہے تھے، ہاتھ گیلی مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔

صائم مرتضٰی کے دل پر جیسے کسی نے گھونسا رسید کیا تھا اس لڑکی سے اسے ہمیشہ اپنائیت اور انسیت کا احساس رہا تھا جب وہ اس کے سامنے نہ تھی تب اس پری چہرہ کا نام اسے بے چین کر دیتا تھا اور اب روبرو تھی تو اس کی حالت نے صائم مرتضٰی کے دل کی دھڑکن ساکت کر دی تھی۔

''علیشہ آر یو او کے۔'' وہ تڑپ کر دو قدم آگے بڑھا، مگر اس نے حتیٰ المقدور اپنے لہجے کو نرم اور فارمل رکھنے کی کوشش کی تھی، جواباً وہ لب کاٹتی رہی، جیسے یوں صائم مرتضٰی کا سامنا کرنا اسے بھی خفت میں مبتلا کر گیا ہو۔

''یس سر آئی ایم او کے، بس کچھ باغبانی کا شوق پورا کر رہی تھی۔'' اس کے ہونٹوں پر مسکان نہیں سجی تھی، وہ مروتاً جواب دے رہی تھی، صائم مرتضٰی اس بات سے بخوبی آگاہ تھا۔

''اس وقت۔'' اس کا اشارہ چڑھتی دھوپ کی طرف تھا۔

''جی بس ایسے ہی۔'' وہ افسردہ دکھائی دیتی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

نیناں لاگیاں بارشاں

صبا جاوید

مکمل ناول

''ابھی تو گھر میں گیسٹ آنے والے ہیں آئی تھنک تمام ارینج منٹس آپ کو اور زرین کو ہی دیکھنے ہیں ابھی تو جا کر فریش ہو جائیں یہ شوق پھر کس دن کے لئے اٹھا رکھیں۔'' اسے مزید خجالت سے بچانے کے لئے اس نے علیشہ رضوی کو سرسری انداز میں کہا، مگر اس کے دل نے شدت سے خواہش کی تھی وہ منظر سے غائب ہو جائے، علیشہ رضوی کے دماغ میں ایکدم سے اسپارک ہوا تھا۔

''سر آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''آفس...... کیوں خیریت؟'' اس کے اچانک پوچھنے پر وہ حیران تھا۔

''میں دو منٹ میں چینج کر کے آتی ہوں کہیں جائیے گا مت پلیز۔'' اسے دوسری بات کا موقع دیئے بغیر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اندر گئی اور چند منٹوں کے انتظار کے بعد میرون اور آف وائٹ کنٹراسٹ کے خوبصورت لباس میں وہ بالکل بدلی ہوئی حالت میں اس کے سامنے تھی۔

''چلیں۔'' وہ کافی پر جوش تھی۔

''آپ نے چاچو سے پوچھا؟''

''آپ کو کیا لگتا ہے میں ان کی اجازت کے بغیر آپ کے ساتھ شہر کی سڑکیں ناپتی پھروں گی۔'' صائم مرتضی نے اس کی کڑوی بات کو بہت مشکل سے نگلا تھا۔

''گھر میں گیسٹ آ رہے ہیں آپ کو پتہ ہے نا، اس وقت آپ کی موجودگی وہاں بہت اہمیت کی حامل ہے۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''آپ کو پرابلم ہے مجھے ساتھ لے جانے میں تو میں خود اپنی گاڑی میں چلی جاتی ہوں۔'' اس نے الٹا ہی جواب دیا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے، میں آپ کو لے جا رہا ہوں اپنے ساتھ۔'' اس نے گاڑی ریورس کرتے

ہوئے سنجیدگی سے کہا، مگر علیشہ رضوی کو اپنی رویے کی تلخی کا رتی بھر بھی اندازہ نہ تھا، تب ہی وہ اس کی سنجیدگی کو بھانپ نہیں پائی۔

"خود کو اپنے آپ سے مت چھپائیں، ہر ایک کا کھلے دل سے سامنا کریں اپنے دل کو مضبوط رکھیں۔" وہ وجہ نہیں جانتا تھا مگر اس کی باتوں کی وضاحت ضرور کررہا تھا۔

"ایکچوئلی میں ایم بی بی ایس نہیں کرنا چاہتی میں بی کام کرنا چاہتی ہوں، تاکہ پاپا کے بزنس کو اسٹینڈ دے سکوں، بی کاز ہم تینوں بہنوں میں سے کوئی بھی اس فیلڈ میں نہیں ہے اور میں نے ابھی پاپا سے بھی یہ بات کرنی ہے۔" اس نے سنبھل کر موضوع بدلا۔

"آئی تھنک آپ میڈیکل کرسکتی ہیں۔" اس کی دلی خواہش تھی اسے ڈاکٹر بنتے دیکھنا۔

"لیکن میرا انٹرسٹ نہیں ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اوکے وش یو گڈ لک۔"

"تھینکس۔" وہ اکھڑے اکھڑے لہجے میں ہی بولی تھی، اس کے ضدی پن پر صائم مرتضٰی لب بھینچ گیا اور گاڑی فل اسپیڈ پر چھوڑ دی، اسے فناس ڈیپارٹمنٹ میں سیکرٹری کے حوالے کرکے اپنے کام تیزی سے نپٹانے لگا تھا۔

مگر تین بجے کے قریب جب وہ واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ علیشہ وہاں سے نیو سائٹ دیکھنے چلی گئی ہے۔

"مگر کس کے ساتھ۔" صائم مرتضٰی نے سوچا وہ تو آج پہلی بار آفس آئی تھی، اس نے پریشانی و تشویش میں اس کا سیل نمبر ٹرائی کیا مسلسل بیل جارہی تھی مگر وہ کال ریسو نہیں کررہی تھی، صائم مرتضٰی بے طرح بے چین ہوا ٹھا تھا۔

آدھا گھنٹہ اسے ڈھونڈنے کے بعد جب وہ ورکنگ ڈیپارٹمنٹ میں پہنچا تو پتہ چلا کہ آج لیبر کی سٹرائیک ہے اور ان کے درمیان ہی وہ گھبرائی گھبرائی سی کھڑی تھی، وہ تقریباً بھاگتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو؟" اسے وہاں دیکھ کر اسے یقیناً غصہ آیا تھا۔

"چلو یہاں سے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھیڑ سے نکال لایا۔

"تم وہاں کیسے پہنچی، لیبر کی سٹرائیک کتنی خطرناک ہوجاتی ہے بعض اوقات کچھ اندازہ ہے تمہیں اس بات کا، وہ تمہیں روند کررکھ سکتے ہیں اپنے مطالبات منوانے کے لئے تمہیں حالات کی سنگینی کا احساس بھی ہے یا نہیں۔" وہ مسلسل رو رہی تھی اور وہ بھی اس پر برس رہا تھا۔

"اب روتی ہی جاؤ گی یا بتاؤ گی بھی کچھ، اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو کیا جواب دیتا میں چاچو کو بولو۔" اس کے آنسو اسے الٹا تپارہے تھے۔

"ایک تو مجھے اکیلا چھوڑ کر خود خبر تک نہیں لی اور اب بھی مجھ پر ہی غصہ کررہے ہیں۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بہت معصومیت سے بولی تھی، صائم مرتضٰی نے ایک لمحے میں اپنے اشتعال کا گلا دبایا تھا، اس نے کہاں کبھی ایسی صورتحال کا سامنا کیا ہوگا، وہ اندازہ کرسکتا تھا۔

تب ہی مزید ڈانٹنے کا ارادہ موقوف کرتے ہوئے اس نے پانی کا گلاس اور ٹشو کا ڈبہ اسے تھمایا۔

"مجھے نہیں چاہیے۔" وہ روٹھے پن سے بولی۔

"پانی پیو اور آنسو خشک کرو ورنہ یہ کام میں خود بھی کرسکتا ہوں۔" اس نے دھمکی دی جو کارگر ثابت ہوئی اور وہ فوراً پانی کا گلاس اٹھا کر پینے

یعنی اس کے حکم کی تعمیل ہوچکی تھی۔

"اب بتاؤ، جب میں تمہیں مسز عزیز کے پاس چھوڑ کر گیا تھا تو تم لیبر کی سٹرائیک میں کیسے پہنچی۔" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے سرخ ہوتی ناک رگڑی اور گلابی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ...... مسز عزیز نے کہا کہ آج لیبر کی سیلری کا ڈے ہے تو ان کی ڈیمانڈ ہے بونس کے لئے، اس وجہ سے وہ سٹرائیک پر ہیں اگر میں پاپا کی بی ہاف پر ان سے بات کرلوں گی تو وہ واپس کام پر جاسکتے ہیں۔" اس نے نظریں جھکائے جواب دیا۔

"تمہارے پاس پاور آف اٹارنی ہے اتنا بڑا فیصلہ لینے کی، معلوم ہے کتنا پریشان ہوگیا تھا میں اور سیل کہاں ہے تمہارا۔" اچانک خیال آنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"سیل اور پرس دونوں آپ کی گاڑی میں ہیں۔" اس نے خفگی سے جواب دیا۔

"میں آج چاچو کو اگر تمام صورتحال کے بارے میں بتادوں تو وہ تمہیں کبھی آفس دوبارہ نہیں بھیجیں گے۔" وہ گلاس ٹیبل پر اس کے سامنے بیٹھ گیا، ان کے انداز گفتگو سے لگ رہا تھا جیسے چھ سال کا طویل عرصہ دونوں کے مابین کبھی آیا ہی نہ ہو۔

"پلیز سر پاپا کو کچھ مت بتائیے گا، وہ خوامخواہ پریشان ہوجائیں گے۔" اس نے التجاء کی۔

"اور نہ بتانا ٹھیک ہوگا، چھپانا بھی تو غلط ہے۔" یعنی کچھ حد تک وہ اس کی بات مان گیا تھا۔

"آئی نو یہ غلط ہے لیکن پلیز۔" آگے کہنے کو شاید کچھ تھا ہی نہیں۔

"او کے، نہیں بتاتا اب ریلیکس ہو جاؤ، ہمیں گھر کے لئے نکلنا ہے، چاچو کئی بار کال کر چکے ہیں، تم سے بھی بات کرنا چاہ رہے تھے مگر نہ تو آپ جناب کال ریسو کر رہی تھیں نہ میرے ساتھ تھیں، اس سے انہیں اور تشویش ہو رہی تھی۔" صائم مرتضٰی نے تفصیلاً بتایا، مگر وہ تو شاید اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی۔

"اف گھر جانا ہی پڑیگا، اس سنگدل کا سامنا کرنا ہی پڑے گا ایک اور محاذ ایک اور جنگ۔" اس نے تھک کر سر چیئر کی پشت پر ٹکا دیا۔

"ابھی تو شروعات ہے علیشہ بی بی، تمہیں تو ساری زندگی اس کڑواہٹ کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے ابھی سے کیوں تھک گئی ہو۔" اس نے خود کو بے رحمی کی حد تک اذیت میں مبتلا کیا تھا، صائم مرتضٰی نے اس کے چہرے پر پھیلتی زردی کو بغور دیکھا تھا مگر خاموش رہا تھا۔

"چلیں سر گھر چلتے ہیں۔" وہ بہت ہمت مجتمع کر کے کھڑی ہوئی اور صائم مرتضٰی کی نظروں سے خود کو چھپاتی آفس سے باہر نکل گئی، مگر صائم مرتضٰی تو اس کے لفظوں کے گرداب میں پھنسا تھا۔

اس کے جملے میں اتنا استحقاق کیوں سمٹ آیا تھا، چند قدم چلنے کے بعد وہ رک گئی تھی، اس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا تھا وہ لابی میں پہنچ چکی تھی مگر وہ ابھی تک آفس میں تھا۔

وہ شاید کچھ دیر قبل نہیں آنے والے واقعہ سے خوفزدہ تھی تب ہی بلڈنگ سے نکل جانے کے بجائے وہیں رک کر اس کا انتظار کرنے لگی۔

"یہاں کیوں رک گئی۔"

"آپ کا ویٹ کر رہی تھی۔" وہ مسکرانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، صائم مرتضٰی کو لگا اسے سہارے کی ضرورت ہے، اگر اس نے اسے سہارا نہیں دیا تو وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔

"چلو ہمیں لیٹ ہو رہا ہے۔" صائم مرتضٰی نے بہت مدھم سروں میں کہا اور بہت احترام سے اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھا دیا، اس کا مخروطی ہاتھ جون جیسے گرم ترین مہینے میں بھی یخ بستہ ہو رہا تھا، صائم مرتضٰی کے گرم ہاتھ کی حرارت سے جیسے زندگی کا احساس دوڑ گیا، مگر وہ لاشعوری طور پر بھی مذاحمت نہ کر پائی اور پھر اسے گاڑی میں بیٹھا کر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، مگر وہ تو برف کے مجسمے کی طرح جامد اور ٹھنڈی پڑ رہی تھی، اس کی توجہ تو خود پر بھی نہیں تھی تو صائم مرتضٰی پر کیا دیتی۔

صائم مرتضٰی کی شخصیت تو ہزار پردوں میں چھپی تھی یقیناً اس لڑکی کا صائم مرتضٰی کے دل میں ایک خاص مقام تھا جو وہ اپنا گرم لمس اس کی ہتھیلی پر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

باقی کا تمام راستہ خاموشی سے بیت گیا، مگر وہ بجھی بجھی سی لڑکی آج اس کے دل میں اتر گئی تھی۔

☆☆☆

"آفس جا کر کیسا لگا آپ کو، اور دن کیسا رہا میری بیٹی کا۔" اگلی صبح ناشتے کی میز پر سارا رضوی اور ذیشان رضوی دونوں ہی موجود تھے، گزشتہ شب نمل کی واپسی قدرے رات گئے ہوئی تھی، گھر پہنچنے تک وہ کافی حد تک خود کو مستحکم کر چکی تھی اور نمل کو دیکھ کر تو وہ سب کچھ فراموش کر گئی صد شکر کہ حاذم صدیقی ان کے ساتھ نہیں آیا تھا اور خلاف توقع زرین رضوی بھی زیادہ دیر مہمانوں کے پاس بیٹھی رہی تھی، بہرحال اسے نمل کے آنے کی اتنی خوشی تھی کہ اس نے ہر شے کو پس پشت ڈال دیا، ایک بھرپور شام گزار کر وہ لوٹ گئے اور علیشہ رضوی بھی ذہنی اور جسمانی طور پر اس قابل نہ تھی کہ مزید کچھ سوچ پاتی لہٰذا وہ لمبی تان کر سو گئی۔

صبح جب تک وہ بیدار ہوئی زرین کالج کے لئے نکل چکی تھی جبکہ سارا اور ذیشان رضوی ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔

"بہت اچھا پاپا، بزنس تو بہت انٹرسٹنگ جاب ہے۔"

"ویری گڈ، آپ واقعی میڈیکل میں نہیں جانا چاہتیں۔"

"جی پاپا، میں بی کام کروں گی اینڈ ایم بی اے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا، سارا رضوی نے فلاسک سے چائے نکال کر اس کے سامنے رکھی۔

"او کے ٹھیک ہے آپ کو پتہ ہے کل نمل کی پوری فیملی کیوں آئی تھی۔" سارا رضوی نے کہا۔

"نو مما، آئی تھنک ہم سے ملنے ہی آئے ہوں گے کیا کوئی پریشانی والی بات ہے۔" وہ متفکر ہو گئی۔

"نہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہے بٹ نمل کے بعد وہ ایک اور بیٹی ہمارے گھر سے بیاہ کر لے جانا چاہتے ہیں۔" ان کے ڈھکے چھپے الفاظ میں سنایا گیا عندیہ اس کے حلق میں چھید کرنے لگا تھا، آنسوؤں کا پھندہ حلق میں اٹک گیا تھا۔

"تو...... آپ یہ مجھے کیوں بتا رہی ہیں۔" اس نے ایک نظر خاموش بیٹھے ذیشان رضوی پر ڈالی اور پھر سارا سے کہا۔

"انہوں نے واضح طور پر کسی کا نام تو نہیں لیا لیکن حاذم زرین سے دو تین سال چھوٹا ہی ہو گا ان کا جوڑ تو بنتا نہیں کیونکہ یہ چیز کل کو مسئلہ پیدا کر سکتی ہے، صدیقی فیملی ہماری دیکھی بھالی ہے اگر ایک بیٹی خوش ہے تو دوسری بھی خوش ہی رہے گی تو میں نے اور تمہارے پاپا نے سوچا ہے کہ ہم آپ کے لئے حاذم کا رشتہ قبول کر لیتے ہیں۔" انہوں نے اصل مدعا بیان کیا تو اس کے قدموں تلے گویا زمین سرک گئی، وقت اور فیصلہ دونوں اس کے ہاتھ میں تھے وہ ایک لمحے میں بازی پلٹ سکتی تھی مگر وہ علیشہ رضوی تھی، زرین رضوی نہیں جو اپنے مفاد کو اہمیت دیتی، وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی تھی جس کی دھڑکن میں کسی اور کے نام کے سازندے ساز بجاتے ہوں۔

"نو مما، میرا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" اس نے تحمل سے انکار کیا۔

"شادی کے لئے کون کہہ رہا ہے صرف انگیج منٹ کر دیتے ہیں شادی تمہاری اسٹڈیز کمپلیٹ ہونے پر کر دیں گے۔" سارا رضوی گویا تیار تھیں۔

"فرسٹ آف آل میں ابھی ایسا کوئی رشتہ ہینڈل نہیں کر سکتی سیکنڈ اگر آپ مجھے فورس کریں گے بھی تو میں حاذم صدیقی سے ایسا کوئی تعلق استوار نہیں کرنا چاہتی، آئی مین ان کے بارے میں، میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا، رہی بات زرین آپی اور حاذم کے ایج گیپ کی تو آج کل کے دور میں یہ سب اتنا میٹر نہیں کرتا مما، آپ ایک بار آپی سے ان کی مرضی پوچھ لیں، وہ مجھ سے بڑی ہیں، آئی تھنک پہلا حق ان کا ہے۔" پتہ نہیں وہ اپنا دفاع کر رہی تھی یا زرین کا، اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"نہ آپ پر اس بات کا کوئی دباؤ ہے نہ زرین پہ، اگر آپ دونوں بھی انکار کر دیتی ہیں تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور ہمیں پتہ ہے آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں بس یہ تمہاری مما کی خواہش تھی۔" اب کی بار ذیشان رضوی نے جواب دیا۔

"او کے پھر میں آفس کے لئے نکلتا ہوں، آپ زرین سے بات کر لیجئے گا تاکہ جلد ہی

انہیں مثبت یا منفی جواب دیا جا سکے کیونکہ نمل کی بھی یہی خواہش ہے۔“

”میں اور علیشہ، زرین سے بات کر لیں گے، آپ بے فکر رہیے۔“ سارا رضوی نے انہیں تسلی دی تو وہ مسکراتے ہوئے نکل گئے، علیشہ رضوی کے چہرے پر پژمردگی چھا رہی تھی، اس کی خوشیوں کی روشنیاں وہ اپنے غم کے آنسوؤں سے اندھیرہ نہیں کرنا چاہتی تھی، مگر اس کا دل مجبور تھا تو وہ خود بے بس، پھر اس کے دل نے زرین رضوی اور حاذم کے ساتھ کے دائمی ہونے کی دعا مانگی تھی۔

☆☆☆

زرین رضوی محبت کی راہ میں بہت آگے نکل چکی تھی لہٰذا سارا رضوی کے پوچھنے پر اس نے خاموشی سے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور اپنی بیٹی کی خوشی کو بھانپتے ہوئے سارا اور ذیشان رضوی نے مزید کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

علیشہ رضوی کا ہر پل کانٹوں پہ گزر رہا تھا، زرین رضوی کی رنگت میں گھلتی سرخیاں اس کو کچھ کھو دینے کا احساس دلاتی تھیں، درد کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا، قسمت اتنی بے رحم ہو چکی تھی کہ اسے اپنے ہاتھوں سے زرین رضوی کے لئے ہر تیاری کرنی تھی۔

☆☆☆

اس نے بی کام آنرز میں ایڈمیشن لے لیا تھا، اس کی روٹین پہلے سے کہیں زیادہ ٹف ہو گئی تھی، مگر پھر بھی زرین گاہے بگاہے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتی رہتی تھی، گھر میں زرین رضوی کی شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہ صدیقی فیملی نے بہت جلد شادی پر زور دیا تھا لہٰذا ذیشان رضوی نے بالآخر تاریخ دے ہی دی، یوں زرین رضوی چند دنوں کی مہمان تھی رضوی پیلس میں۔

وہ شام کو تھک ہار کر زرین کے ساتھ شاپنگ سے لوٹی تھی جب لاؤنج میں سارا رضوی کسی سے بات کرتی پائی گئیں، زرین رضوی شاپنگ بیگز اٹھائے اپنے کمرے میں گھس گئی مگر علیشہ رضوی وہیں ٹانگیں پسار کر فلور کشن پر ٹک گئی۔

”ہاں لیکن اس بار بھابھی اور بھائی جان کو ضرور لانا صائم۔“ سارا رضوی حلاوت آمیز لہجے میں بول رہی تھیں، دوسری طرف یقیناً صائم مرتضٰی تھے، پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد انہوں نے کال بند کر دی۔

”کھانا لگواؤں تم لوگوں کے لئے۔“ اب وہ اس سے دریافت کر رہی تھیں۔

”نہیں مما، ابھی موڈ نہیں ہے، میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔“ اس نے جواب دیا اور پھر آنکھیں موند لیں۔

”اوکے مجھے مسز آفریدی کے ساتھ ایک کام سے جانا ہے میں نکلتی ہوں۔“

”اوکے۔“ سارا رضوی جا چکی تھیں، اسے بہت اچانک صائم مرتضٰی کا خیال آیا تھا، کچھ دن قبل ہونے والی گفتگو اس کے ذہن میں کسی فلم کی طرح چلنے لگی تھی، آج اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اس نے کتنا مس بی ہیو کیا تھا ان کے ساتھ۔

اتنے دنوں بعد اسے اپنے رویے کی سختی کا اندازہ ہو رہا تھا جب شاید وہ سب کچھ بھلا بھی چکا تھا، مگر نجانے کیوں وہ بے چین ہو چکی تھی اور پھر اس نے ڈائری سے صائم مرتضٰی کا نمبر نکالا اور اپنے سیل سے اسے کال کر دی، وہ ارادتاً ایسا نہیں کر رہی تھی یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہو رہا تھا، دوسری طرف بیل جا رہی تھی، تیسری ہی بیل پر کال ریسیو ہو گئی۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے اس کا مخصوص

سنجیدہ اور گمبھیر لہجہ سننے کو ملا، علیشہ رضوی نجانے کیوں کنفیوز ہونے لگی تھی۔

”ہیلو، ہوز دیئر۔“ اس نے بہت اکتا کر پوچھا تھا، اس سے پہلے کہ وہ کال ڈس کنکٹ کرتا وہ جلدی سے بول اٹھی۔

”سر کال بند مت کیجئے گا۔“ اس نے جلدی سے کہا اور خود کو متعارف کروانے کے لئے اس کا سر کہنا ہی کافی تھا، وہ ایک سیکنڈ میں سمجھ چکا تھا کہ کال رضوی پیلس سے آئی تھی۔

”ایکسکیوز می جینٹل مین۔“ اس نے شائستگی سے وہاں موجود لوگوں سے معذرت کی تھی اور باہر نکل آیا تھا یقیناً وہ کسی اہم کام میں مصروف تھا۔

”سر آپ بزی تھے۔“ وہ کچھ نادم دکھائی دیتی تھی۔

”کہہ سکتے ہیں، لیکن اب نہیں ہوں۔“ اس نے صاف گوئی سے کہا۔

”آپ کر لیں کام، میں بعد میں کال کر لوں گی۔“

”آپ نے آج کال کیوں کی، خیریت تو ہے نا، سب ٹھیک تو ہے۔“ آج اس نے پہلی بار اسے کال کی تھی صائم مرتضٰی کا حیران ہونا فطری عمل تھا، وہ اس کے فارمل عذر کو سرے سے نظر انداز کر گیا۔

”جی سب خیریت ہے۔“ اس کے پوچھنے پر وہ شپٹا کر بولی اور دل ہی دل میں خود کو ڈپٹ رہی تھی۔

”مجھے لگا کچھ کام ہو گا۔“

”کیوں کام ہو تو ہی ہم آپ کو یاد کر سکتے ہیں۔“ ایک لمحے میں وہ تپی تھی اس کے کام، کام کی تکرار سے۔

”نہیں میں نے ایسا کب کہا۔“ وہ یقیناً دوسری طرف مسکرا رہا تھا۔

”لیکن آپ کے کہنے کا مطلب یہی تھا۔“ اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

”اب لڑتی ہی رہو گی یا کوئی بات بھی کرو گی۔“ اس نے شگفتگی سے کہا تو علیشہ رضوی کو اندازہ ہوا کہ اس نے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگنے کے لئے فون کیا تھا اور انجانے میں وہ ایک بار پھر وہی عمل دہرا رہی تھی۔

”گھر میں سب کیسے ہیں چاچو، چچی جان، اور زرین۔“ اسے خاموش پا کر اس نے خود ہی بات کی۔

”سب ٹھیک ہیں، بائی دا وے میں بھی اسی گھر میں رہتی ہوں، آپ کو میری خیریت بھی دریافت کرنی چاہیے۔“ وہ جل کر بولی۔

”آپ کیسی ہیں علیشہ۔“ اب کے وہ بہت سنجیدگی سے بولا تھا علیشہ نے سر ہی تو پیٹ لیا۔

”یہ بندہ تو بہت ٹیڑھی کھیر ہے کب کس موڈ میں ہوتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔“ وہ سوچ کر رہ گئی۔

”میں ٹھیک ہوں الحمدللہ، آپ سنائیں آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟“

”جی اس ذات اقدس کا بہت کرم ہے۔“

”آفس جانا اسٹارٹ کیا ہے یا نہیں؟“ صائم مرتضٰی نے پوچھا۔

”زرین آپی کی شادی کے بعد ارادہ ہے۔“ علیشہ رضوی نے کہا وہ خود ہی موضوع کی طرف آ گیا۔

”ایک بات کیوں؟“

”جی میں سن رہا ہوں۔“

”میں نے آپ سے ایکسکیوز کرنے کے لئے فون کیا ہے۔“

”کس بات کے لئے۔“ وہ اچنبھے سے

بولا۔

''آپ کو یاد ہے ایک دن ہم اکٹھے آفس گئے تھے۔'' اس نے اسے یاد دلانا چاہا۔

''جی یاد ہے۔'' وہ مختصراً بولا۔

''تو اس دن، آئی مین اس دن میں نے جو بھی آپ کے ساتھ میں بی ہیو کیا اس کے لئے۔'' بے ربط سی معافی تھی۔

اس کی بات سن کر اس نے بے ساختہ ایک لمبا سانس خارج کیا تھا، وہ تو نجانے کیا سمجھے بیٹھا تھا۔

''آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا، شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ واقعی نہیں چاہتا تھا کہ وہ نادم ہو۔

''بٹ آئی ایم......''

''کلوز دی ٹاپک، کوئی اور بات کریں ورنہ میں کال بند کر دوں گا۔'' اس نے ایک بار پھر دھمکی دی۔

''یہ آپ مجھ پر اتنا رعب کس لئے ڈالتے ہیں، اتنی دھمکیاں کیوں دیتے ہیں، ایکسکیوز کی تو کال بند کر دوں گا، پانی نہ پیا تو یہ کر دوں گا۔'' اس نے گزشتہ واقعے کا حوالہ دیا تو صائم مرتضٰی کا بہت جاندار قہقہہ سنائی دیا۔

''دیٹس لائک مائی بے بی، آپ پر یہی اسٹائل سوٹ کرتا ہے، ویسے ایک راز کی بات بتاؤں۔'' وہ راز داری سے بولا۔

''کیا؟''

''رعب میں نہیں آپ اس وقت مجھ پر ڈال رہی ہیں۔'' اس نے حقیقت بتائی تو علیشہ رضوی کا منہ دوسری طرف واقعی کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''اچھا بتائیں کس کے نمبر سے کال کر رہی ہیں۔''

''اپنے پرسنل سیل سے۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''اب اتنا غصہ کیوں آیا ہوا ہے۔'' وہ ایک لمحے میں اس کا موڈ بھانپ گیا۔

''اللہ کیا چیز ہیں آپ سر، ایک منٹ میں مجھے اندر سے باہر تک پڑھ لیتے ہیں، اتنی دور بیٹھ کر بھی میرے موڈ کا پتہ ہے آپ کو۔'' وہ واقعی حق دق رہ گئی۔

''آپ بزی ہیں اپنا کام کریں بائے۔'' پھر اس نے جلدی سے کہا اور کھٹ سے کال بند کر دی، صائم مرتضٰی نے مسکراتے ہوئے اس کا نمبر فون بک میں ایڈ کر لیا، وہ جانتا تھا یہ غیر اخلاقی حرکت ہے اس نے علیشہ رضوی سے پوچھا نہیں تھا، لیکن کبھی کبھی دل میں رہنے والے لوگوں کو دل کے پاس رکھنا اچھا لگتا ہے اس نے سوچا اور سیل پاکٹ میں ڈال کر واپس کانفرنس روم میں چلا گیا۔

☆☆☆

وہ ٹیرس پر بیٹھی نوٹس بنا رہی تھی جب گرے کرولا مین گیٹ سے اندر داخل ہوئی، ایک سرسری نگاہ ڈال کر وہ واپس اپنے کام میں مشغول ہو چکی تھی مگر چند لمحوں بعد جب اس کی نظر لان میں پڑی چیئرز میں سے ایک پر براجمان حازم صدیقی پر پڑی تو وہ نگاہ اٹھا کر جھکانا بھول گئی نمل رضوی کے ولیمے کی تقریب کے بعد وہ آج اسے دیکھ رہی تھی، بغیر کسی احساس کے۔

نہ دل میں ہلچل بیدار ہوئی نہ دھڑکن نے رفتار پکڑی، نہ پلکوں میں لرزش تھی، نہ رخساروں پر لالی، ہاں ایک درد تھا رگوں کو چیرتا جان لیوا احساسات کو منجمد کرتا۔

نجانے وہ کتنے لمحے اس شخص کے مسکراتے خدوخال میں کھوئی رہتی مگر ملازم کی آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لائی، وہ سارا رضوی کا پیغام

لائی تھی۔

''میم...... سارا میم آپ کو نیچے بلا رہی ہیں۔'' وہ موذب سی اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

☆☆☆

''ہوں، ہاں آپ چلیں میں آتی ہوں۔'' اس نے چونک کر جواب دیا۔

''مما کچھ ہی دنوں میں تو شادی ہونے والی زرین آپی کی تو پھر ان کا اس طرح آنا، آئی مین یہ کیوں آئے ہوں۔'' وہ حیرت و استعجاب سے سارا رضوی سے دریافت کر رہی تھی جنہوں نے اس کو حازم کو کمپنی دینے کو کہا تھا۔

''ہاں مجھے معلوم ہے لیکن آپ کے پاپا نے حازم کو کسی کام سے بلایا ہے، بس وہ آتے ہی ہوں گے، تب تک آپ انہیں کمپنی دیں، میں کھانے پینے کے کچھ انتظامات دیکھ لوں۔'' انہوں نے اسے ہدایات جاری کی۔

''میں......؟''

''تو اور زرین سے کہوں کہ اپنے ہونے والے شوہر کے پاس بیٹھو۔'' انہوں نے طنز سے کہا تو ناچار اسے ان کی بات ماننی ہی پڑی۔

''السلام علیکم!'' اس نے پاس جا کر سلام کیا، مقصد اپنی موجودگی کا احساس دلانا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' وہ اپنی نشست چھوڑ چکا تھا۔

''بیٹھئے نا۔'' اس نے نارمل انداز اپنایا۔

''کہاں گم رہتی ہیں جناب، کہیں دکھائی ہی نہیں دیتیں۔'' وہ نارمل انداز میں شکوہ کر رہا تھا، مگر نجانے کیوں وہ اس سے نگاہ نہیں ملا رہا تھا۔

''کہیں نہیں، بس زندگی نام ہی مصروفیت کا ہے۔'' وہ اس کی بے تکلف انداز کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے رسمی انداز میں بولی۔

''گڈ فلاسفی، لیکن پھر بھی آپ کو ماننا پڑے گا ہم کافی عرصے بعد مل رہے ہیں۔''

''شکر کریں مل تو رہے ہیں ورنہ......''

''ورنہ آپ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔'' حازم صدیقی نے اس کی ادھوری بات مکمل کی۔

''آپ جو چاہیں سوچ سکتے ہیں۔'' اس نے نظر جھکا کر جواب دیا، وہ زیادہ دیر اپنے دل سے نظریں نہیں چرا سکتی تھی، اس کو حازم صدیقی کے سامنے بیٹھنا عذاب لگ رہا تھا، اس کا نجانے کیوں دم گھٹنے لگا تھا، وہ بے طرح گھبرا گئی تھی۔

اس نے پیچ اور وائٹ کمبی نیشن کا شلوار سوٹ زیب تن کیا تھا، میک اپ سے مبرا چہرے پر سجی سنہری آنکھیں اور ان میں چھلکتی اداسی کی تصویر گویا قیامت ڈھا رہی تھیں حزن و ملال سے سجا دو آتشہ حسن بے بس ہی تو کر رہا تھا، حازم صدیقی نجانے کیوں ندامت کے گھیرے میں تھا، دل میں جیسے کوئی چور ہو۔

''آپ اتنی اداس کیوں ہو؟'' دل میں اٹھتے سوال کو اس نے آخر کار زبان دے ہی ڈالی۔

''میرا اتنا خیال مت کرو حازم، مجھے اب اس احساس سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔'' آنسوؤں کو پیتے ہوئے وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

''آپ بہت چینج ہو گئی ہیں۔'' اگلا تبصرہ آیا۔

''وقت اور حالات جب بدلتے ہیں تو انسان کا بدلنا ضروری عمل ہے۔'' اس کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی، اس کے منجمد جذبات حازم صدیقی کے سامنے پگھلنے لگے تھے، اسے لگا وہ مزید کچھ لمحے اس کے سامنے رہی تو خود سے ہار جائے گی۔

''لیکن میں چاہتا ہوں آپ ہمیشہ ویسی ہی

رہیں جیسی آپ تھیں۔'' وہ اس کی طرف جھک کر بولا، علیشہ رضوی کا جی چاہا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور بھاگ جائے یہاں اسے کبھی حاذم صدیقی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

''ایکسکیوزمی، میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اندر کی طرف بڑھ گی۔

•

جو درد چھپاتے چھپاتے وہ ہلکان ہو رہی تھی اسے آنکھوں کے رستے بہنے دیا، نجانے کتنے پہر وہ بے آواز روتی رہی، اندر باہر اندھیرے کی سیاہی کی راجدھانی ہو چکی تھی، اس کی آنکھیں مسلسل رونے کے سبب متورم ہو چکی تھیں، وہ شاید مزید اس کارگزاری میں محو رہتی، مگر زرین رضوی کی طوفانی آمد نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

''اتنی فلمی سچویشن بنا کر کیوں نظر بند ہو گئی ہو؟'' اشتعال سے زرین رضوی کی آنکھیں پھیل کر اور بڑی ہو گئی تھیں، چکراتے سر سمیت وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، چند لمحے دل و دماغ میں اندھیرے اور تاریکی کے علاوہ کچھ سمجھ نہ آیا، حتیٰ کہ زرین رضوی کا آنا اور لائٹ آن کرنا بھی متوجہ نہ کر سکا۔

''کیا ہوا؟'' آنکھیں رگڑ کر وہ مختصراً بولی۔

''زیادہ بنو مت، یہ کیا ڈرامہ رچا رکھا ہے تم نے۔'' وہ خوب تپی بیٹھی تھی۔

''اب کیا ہو گیا؟'' وہ بیزاری سے اٹھ کر بال سمیٹنے لگی، وہ ابھی کسی بحث کے موڈ میں نہ تھی۔

''علیشہ پلیز، میرے سامنے رومیو، جولیٹ کا ملے چلانے کی ضرورت نہیں اور تمہارا یہ حلیہ مجھے قطعاً متاثر نہیں کرے گا۔''

''آخر بات کیا ہے، کیوں اتنا بھڑک رہی ہیں آپ، معصومیت کی بھی حد ہوتی ہے علیشہ، تم نے حاذم صدیقی سے کیا کہا ہے وہ پچھلے دو گھنٹے سے میری کال ریسو نہیں کر رہا ادھر تم نے ہیروئن بننے کی ہر حد پار کر دی ہے ادھر وہ میری کال اٹینڈ نہیں کر رہا، کیا سمجھوں میں اس بات کا مطلب۔''

''آپی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ، میں نے حاذم کو کچھ نہیں کہا۔'' وہ فوراً اپنی وضاحت میں بولی تھی۔

''مجھے تمہاری اب کسی بات پر اعتبار نہیں، بٹ لسن آئندہ تم مجھے حاذم کے آس پاس بھی دکھائی نہ دو، اگر وہ تمہارے اوچھے ہتھکنڈوں کی وجہ سے مجھ سے دور ہوا تو میں تمہارا حشر کر دوں گی۔'' اس کے انداز میں کوئی لچک نہیں تھی۔

اسے کس چیز کا خوف تھا علیشہ رضوی نے حاذم صدیقی کا نام اب بھی اپنے دل میں بھی نہیں لیا تھا تو زرین رضوی نے اس کے بارے میں ایسا گھٹیا سوچا بھی کیسے اسے اپنی بہن پر اعتبار نہیں تھا یا حاذم صدیقی کی محبت پر یا اس کے محبت کے جذبے پر، وہ اتنی بے اعتبار کیوں تھی، اتنی غیر محفوظ کیوں تھی کہ اپنی بہن سے ہی خوف محسوس کرنے لگی اور اس پر الزام تراشی کرتے ہوئے بھی نہ ہچکچائی۔

ہر طرف سے شکست اس کا مقدر کیوں تھی۔

زرین رضوی کے کھردرے الفاظ اب بھی اس کے آس پاس کسی بھوت کے سائے کی طرح منڈلا رہے تھے، وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

زرین رضوی کی شادی بخیر و عافیت انجام پائی، نا چاہتے ہوئے بھی اس نے ہر تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ زرین رضوی کو مزید طعنہ زنی کی اجازت نہیں دے سکتی تھی، زرین رضوی چاہت کے نشے میں اور اسے پا کر گویا محبت فاتح عالم بنی بیٹھی تھی، اس کی خوبصورتی پر تو نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی، آج ہنی مون ٹرپ کے لئے وہ ملائشیا نکلنے والے تھے، تو ان کے لئے اعزازی دعوت سارا رضوی نے دی تھی اور حاذم صدیقی کا آنا یقینی تھا اور اس کے سامنے جانے کے احساس سے ہی اس کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگی تھیں، گھر سے اتنے اہم دن نکلنے کا کوئی بہانہ ہی نہیں سوجھ رہا تھا، سارا رضوی نے تو اسے ہلنے بھی نہیں دینا تھا۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس کے ذہن نے آخر کام کر ہی دکھایا، مگر صائم مرتضیٰ کی مدد کے بناء یہ ناممکن تھا۔

زرین رضوی دوپہر کے کھانے پر انوائیٹڈ تھی لہٰذا وہ صبح گیارہ بجے کے قریب ہی آ چکی تھی۔

''کھانے کا ٹائم ہو رہا ہے، میں ذرا ارینجمنٹس دیکھ لوں۔'' کچھ دیر رسمی سی گفتگو کے بعد وہ اٹھنے لگی تو حاذم نے روک لیا۔

''بیٹھو نا علیشہ، کبھی کبھی تو ملتی ہو، تمہارا ساتھ اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ نرمی سے بولا، مگر زرین رضوی کو اس کا یہ جملہ بہت گراں گزرا تھا۔

''جن کا ساتھ ملا ہے اب ان کا ساتھ انجوائے کیا کریں۔'' اس نے بہت سادگی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

دو بجے کے قریب اچانک گھر میں صائم مرتضیٰ کو دیکھ کر تمام جملہ افراد بہت خوش ہوئے تھے خصوصاً زرین بہت پرجوش لگ رہی تھی۔

''آپ نے گھر والوں کو میرے آنے کے متعلق بتایا نہیں؟'' موقع ملتے ہی اس نے علیشہ رضوی سے پوچھا۔

''آپ اندر چل کر بیٹھیں میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' وہ جو اس کے لئے چائے بنانے آئی تھی اسے کچن میں دیکھ کر خفت زدہ ہی رہ گئی۔

''نو...... یو ہیو ٹو آنسر ی۔'' وہ کافی تپا ہوا لگ رہا تھا۔

''سر آپ بس میرے ساتھ چلیں میں باہر جا کر آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔'' اس کا انداز التجائیہ تھا تب ہی شاید وہ اس کی بات مان گیا تھا۔

''صائم بیٹے آپ کو اس وقت گھر میں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' ذیشان رضوی نے دلی خلوص سے کہا۔

''جی چاچو میں ادھر کسی کام سے آیا تھا تو سوچا آپ سے بھی ملتا چلوں۔'' نظروں کے فوکس میں علیشہ رضوی کو لاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا۔

''سر میں بھی آپ سے ملنا چاہ رہی تھی مگر ٹائم ہی نہیں مل رہا تھا۔'' زرین رضوی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''جی آپ کے تو دن ہی مصروفیت کے ہیں۔'' وہ بہت شائستہ انداز میں اسے اس کی شادی کے حوالے سے چھیڑ رہا تھا، علیشہ رضوی کو نجانے کیوں وہ اس لمحے بہت اچھا لگا تھا۔

''مما، مجھے شاپنگ کے لئے جانا ہے۔'' اس نے تمام جملہ افراد کے سامنے اجازت طلب کی۔

''علیشہ ابھی، اس وقت۔'' سارا رضوی نے حیرت و استعجاب سے استفسار کیا۔

''جی مما۔''

''گھر میں بہن اور بہنوئی آیا ہے اور تمہیں شاپنگ سوجھ رہی ہے اور زرین کی شادی پر جو اتنی خریداری کی تھی وہ کہاں ہے۔'' سارا رضوی نے اس کی سب کے سامنے درگت بنا دی۔

''مما آپی کی شادی کی چیزیں میں کامن یوز میں تو نہیں رکھ سکتی، ویسے بھی موسم چینج ہو رہا ہے

مجھے کچھ گرم شالیں اور ڈریس خریدنے ہیں۔'' اس نے جواز پیش کیا۔

''کس کے ساتھ جاؤ گی تم۔'' حاذم نے پہلی بار مداخلت کی اور زرین رضوی کو یہ مداخلت بہت کھلی تھی۔

''پاپا میں سر کے ساتھ جاؤں گی۔'' اس نے جواب ذیشان رضوی کو دیا۔

''صائم کے پاس ٹائم ہے؟''

''جی انکل میں لے جاتا ہوں۔'' وہ فوراً اس کی مدد کو آن پہنچا۔

''کیا بحث ہے پاپا، وہ شاپنگ کے لئے جانا چاہتی ہے تو جانے دیں نا، سر اس کے ساتھ ہیں انہیں اسے لے جانے میں کوئی اعتراض نہیں تو پھر بات کو اتنا الٹکا کیوں رہے ہیں۔'' زرین رضوی شاید خود بھی اس کی موجودگی سے خائف تھی۔

''اوکے صائم بیٹے پھر آپ انہیں لے جائیں۔'' بالآخر ذیشان رضوی نے اسے اجازت دے ہی دی۔

''آپ نے مجھے کال کر کے بلایا ہے، یہ بات چاچو کو کیوں نہیں بتائی آپ نے۔'' وہ کافی تپے ہوئے موڈ میں دریافت کر رہا تھا۔

''میں بتانا نہیں چاہتی تھی۔''

''کیوں؟''

''بس ایسے ہی۔'' گاڑی اب مین روڈ پر دوڑ رہی تھی۔

''یہ آپ کی فیملی کا پرسنل ٹائم تھا، بے وقت کی حاضری مجھے کتنی بری لگ رہی ہے آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتیں، اس پر مستزاد کہ آپ نے کسی کو میرے بارے میں انفارم بھی نہیں کیا۔''

''فار گاڈ سیک، اتنا فارمل مت رہا کریں سر، ہر وقت فارمل اور ان فارمل کے بارے میں ہی میں مت سوچا کریں، کسی کو آپ کا آنا برا نہیں لگا ہماری طرف، مان لیا آپ بہت سوفسٹی کیٹڈ ہیں بٹ پلیز ڈونٹ ودمی۔'' وہ اس سے بھی زیادہ تپ کر بولی تھی۔

''فارمل نہ رہا کروں تو کیا رہا کروں اور آپ کے ساتھ کیوں نہیں۔'' اب کے اس کے لہجے میں کچھ نرمی حائل تھی۔

''ان فارمل رہا کریں اور میرے ساتھ کیوں نہیں......تو...... آئی ڈونٹ نو۔'' اس نے کافی سوچ کر کہا۔

''آپ ایک بات بتائیں ہمیشہ میرے ساتھ لڑتے کیوں رہتے ہیں۔''

''میں لڑتا ہوں لاحول ولاقوۃ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ کام تو عورتوں کا ہوتا ہے، خالص خواتین کا، ویسے لڑتی تو آپ ہیں، سیدھی بات کا جواب بھی الٹا دیتی ہیں۔''

''آپ نے مجھے عورت کہا وہ بھی لڑاکا۔'' اس کی آنکھیں حیرت سے مزید پھیل گئیں۔

''آپ میرے ایج فیلو ہوتے تو میں آپ کو بتاتی۔'' اس نے ارادہ ظاہر کیا۔

''سمجھ لیں میں آپ کا ہم عمر ہوں۔''

''نہیں سمجھ سکتی۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ آپ ہیں ہی نہیں۔'' وہ بولی۔

''اوکے لیواٹ، بتاؤ کہاں جانا ہے شاپنگ کے لئے۔''

''جہاں آپ کو بہتر لگے۔'' وہ جانے کس موڈ میں کہہ گئی، پھر وہ اسے پیس شاپنگ مال میں لے آیا، موسم کی مناسبت سے اس نے کچھ شالیں اور ڈریسز خریدے۔

''سر یہ کلر مجھ پر کیسا لگ رہا ہے۔'' بلیک

سوٹ اپنے ساتھ لگا کر وہ اس کی رائے طلب کر رہی تھی۔

''آئی ڈونٹ نو مجھے لڑکیوں کی شاپنگ کا اندازہ نہیں۔'' وہ صاف دامن بچا گیا اور علیشہ رضوی کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

''بہت ہی بدذوق انسان ہیں آپ۔'' لال بھبھوکا چہرہ لئے وہ لڑنے کے موڈ میں تھی۔

''اب میں نے کیا کر دیا۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''آپ کی بیوی تو کبھی خوش نہیں رہے گی۔'' اس نے بے لاگ تبصرہ جھاڑا۔

''کیوں؟ آئی تھنک میں کافی ہینڈسم ہوں۔'' اس کی گفتگو صائم مرتضیٰ کو کافی دلچسپ لگ رہی تھی۔

''ہینڈسم ہونا ہی کافی نہیں ہوتا۔'' یعنی وہ مان گئی تھی کہ وہ ہینڈسم ہے۔

''پھر کیا کیا ہونا چاہیے۔'' علیشہ رضوی کو چڑا کر اسے نجانے کیوں مزا آرہا تھا۔

''اگر آپ کو بھی اپنی بیوی کو تحفہ دینا پڑ گیا تو کیا کریں گے، گھر جا کر اسے کہہ دیں گے، سوری مجھے تو لڑکیوں کی شاپنگ کا کوئی ایکسپرینس ہی نہیں۔'' وہ تو آج جیسے اس کی کلاس لینے آئی تھی۔

''تو آپ میری بیوی کی شاپنگ کرنے میں ہیلپ کر دیا کیجیے گا نا۔''

''میں کتنی دیر آپ کی ہیلپ کروں گی۔'' وہ واقعی تیار ہو گئی۔

''ہاں جی یہ بات بھی ہے پھر آپ کی بھی شادی ہو جائے گی۔'' اس نے جیسے صدمے سے کہا، تو علیشہ رضوی گڑبڑا کر رہ گئی، چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے، وہ خوامخواہ کنفیوز ہو گئی۔

''آپ سے چھوٹی لڑکیوں کی شادی ہو گئی ہے، اب آپ کو بھی کچھ خیال کرنا چاہیے۔'' وہ مفت مشورے سے نواز رہی تھی، اس کا اشارہ زرین رضوی کی طرف تھا۔

''کیا کروں؟''

''شادی کر لیں۔''

''کس سے؟''

''لڑکی سے اور کس سے کرنی ہے آپ نے۔'' وہ زچ ہو گئی تھی۔

''اچھا آپ لڑکی تلاش کریں میں کر لوں گا۔''

''اب یہ کام بھی میں ہی کروں۔'' وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے بولی۔

''اور کتنے کام کر چکی ہیں آپ میرے؟''

''ابھی شاپنگ کا وعدہ نہیں کیا آپ سے۔'' اس نے فوراً یاددہانی کروائی۔

''مجھے تو لڑکیوں کی نیچر کا نہیں پتہ، آپ کو بہتر انفارمیشن ہو گی تو آپ ہی یہ کام کر دیں نا، بس پھر کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔''

''اوکے اپنی پسند بتائیں، آئی مین لڑکی میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔'' وہ رشتے کرانے والی ماسیوں کی طرح پوچھ رہی تھی۔

''بس دل کی صاف ہو، خوبصورتی میٹر نہیں کرتی۔''

''واؤ اب ایسی فرشتہ صفت لڑکی کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں۔'' وہ طنزاً بولی۔

''اپنے آس پاس نگاہ دوڑائیں مل جائے گی۔''

''سردیوں کی شام بھی کتنی مزے کی ہوتی ہے نا۔'' اس کے گہرے تیوروں سے گھبرا کر وہ موضوع بدل گئی۔

''جی کافی اداس ہوتی ہے۔''

''آپ کو کیسے پتہ۔'' اس نے ایکدم اس کی طرف اچنبھے سے دیکھا تھا۔

''آپ شام کی خاموشی اور اندھیرے کی معصومیت پر کب غور وفکر کرتے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''جو سردیوں کی شام یا کسی بھی موسم کے معنی پر غور نہیں کرتے انہیں بے ذوق کہتے ہیں، آپ قدرت کے عوامل کا مشاہدہ کرتی ہیں تو آپ باذوق بھی ہیں اور سمجھ دار بھی۔'' وہ سچے دل سے اس کی تعریف کر رہا تھا مگر اس کا دل ودماغ تو پاتال کی گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا، جن سے پیچھا چھڑا کر وہ گھر سے بھاگ نکلی تھی وہ پھر خیال بن کر اسے تکلیف پہنچانے ساتھ تھے۔

اب دونوں نفوس کے مابین تیسری شے خاموشی تھی، گاڑی سیاہ تارکول کی سڑک پر برق رفتاری سے پھسل رہی تھی کہ صائم مرتضیٰ کے موبائل کی بپ نے اس سناٹے کو چیر دیا، اس نے گاڑی قدرے سائیڈ پر کر کے روکی اور کال اٹینڈ کی۔

''ہاں آج فارن کمپنی کے ساتھ جو میٹنگ تھی وہ میں نے کینسل کر دی ہے، آپ ان کے ساتھ مل کر کوئی اور ڈے ڈیسائیڈ کر لیں، اگر وہ پوزیٹو رسپانس دیتے ہیں تو ٹھیک ہے آدروائز انہیں مت روکیں۔'' پھر چند ایک ضروری ہدایات دے کر اس نے کال بند کر دی، گاڑی واپس روڈ پر ڈالی اور ایک نظر علیشہ رضوی پر ڈالی جو بالکل سنجیدہ بیٹھی تھی نظریں گاڑی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر پر جمی تھیں۔

''آپ نے اپنی میٹنگ میری وجہ سے کینسل کی ہے نا؟''

''جی!'' اس نے پوری سچائی سے اعتراف کیا۔

''کیوں؟ آپ مجھے انکار بھی کر سکتے تھے۔'' اسے واقعی صائم مرتضیٰ جیسے خالص انسان کا نقصان ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔

''کیونکہ بے ذوق لوگوں کو باذوق لوگوں کا ساتھ بہت اچھا لگتا ہے اس لئے۔''

چار گھنٹے بعد گاڑی رضوی پیلس کے سامنے رک چکی تھی، اس نے غصے سے اتر کر فرنٹ ڈور بند کیا تھا۔

''آئندہ میں آپ سے کوئی کام نہیں کہوں گی۔'' اس کا منہ سوجا ہوا تھا۔

''ڈونٹ وری، آئندہ آپ ہر کام مجھ سے ہی کہیں، بہت جلد میں اس بات کی اتھارٹی لے لوں گا۔'' اس نے ذومعنی انداز میں کہا اور گاڑی زن سے دوڑا لے گیا اور علیشہ رضوی حیرت کی عملی تفسیر بنی اس کی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔

☆☆☆

''آپ نے جاب کیوں چھوڑ دی آپی؟''

''بس حازم کو میرا جاب کرنا پسند نہیں۔''

زرین نے بہت تحمل سے جواب دیا تھا۔

''کیوں پسند نہیں؟'' علیشہ رضوی حقیقتاً تپ گئی تھی۔

''ہر انسان کی فطرت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے ان کی فطرت میں ان چیزوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔''

''بس کریں ان کی دقیانوسیت کی فطرت کا نام مت دیں، میں بات کرتی ہوں ان سے۔'' اپنے غصے کی رو میں وہ سب بھول چکی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں، وہ میرے شوہر ہیں، اگر انہیں جاب وغیرہ جیسی سرگرمیاں پسند نہیں تو مجھے ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا چاہیے تھا ڈیٹس اٹ، اس میں اتنا ایشو اٹھانے والی کون سی بات ہے اور اگر کوئی پرابلم ہو گی تو میں خود سولو کر لوں گی تمہیں ثالثی بننے کی ضرورت نہیں۔'' وہ

دبنگ لہجے میں کہتی اٹھ کر باہر نکل گئی اور علیشہ رضوی حق دق بیٹھی رہ گئی، وہ آج بھی ویسی ہی تھی، بے حس، اپنی ہی کرنے والی۔

☆☆☆

صدیقی فیملی کا بزنس ابراڈ میں بھی کافی وسیع ہو چکا تھا، لہٰذا وہاں برانچ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے دریاب صدیقی کے حوالے کر دی تھی، چنانچہ وہ تمل رضوی کے ہمراہ مستقل طور پر لندن شفٹ ہونے والے تھے اسی وجہ سے تمل کے بہت اصرار پر وہ ان سے ملنے صدیقی ہاؤس آئی تھی۔

''میں آپ سب کو بہت مس کروں گی۔'' تمل کی جھلملاتی آنکھیں اور گلوگیر لہجہ علیشہ رضوی کو بھی کمزور کر رہا تھا۔

''آپ پریشان مت ہوں، آپ کا جب دل اداس ہو آپ فوراً پہلی فلائیٹ سے ہی ہمارے پاس آ جایئے گا بے شک پیچھے دریاب بھائی مجنوں بنتے رہیں۔'' وہ آخر میں شرارت سے بولی تو وہ دونوں بے ساختہ ہی کھلکھلا دیے۔

''حازم کے علاوہ کوئی تیسرا بھائی ہوتا تو میں تمہیں بھی یہیں لے آتی۔'' تمل رضوی نے اسے چھیڑا تو نجانے کیوں اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

''شکر ہے نہیں ہے۔''

''کیوں تم اپنی بہنوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی۔''

''آپی آپ دونوں ساتھ ہیں اور ہم تین لوگ ساتھ ہیں، ممی، پاپا کو میری ضرورت ہے مجھے ان کی تنہائی بانٹنے دیں، مجھے انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔'' اس نے پوری سچائی سے اعتراف کیا۔

''میں نے ایسا کب کہا علیشہ۔''

''آئی مس یو آپی۔'' وہ بے ساختہ اس کی بانہوں میں بکھر گئی۔

''آئی مس یو ٹو۔'' جواباً تمل نے کہا اور اسے اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔

☆☆☆

''کیا بات ہے، آپ دونوں بہت خوش لگ رہے ہیں بات بے بات مسکرا رہے ہیں، کہیں آپی تم کو لندن بھیج کر آپ دونوں مزے میں تو نہیں ہیں۔'' ناشتے پر ڈائننگ ٹیبل پر اس کا سامنا سارا اور ذیشان رضوی سے ہوا تھا، وہ رات کو ہی تمل کو رخصت کر کے آئے تھے، اصولاً تو انہیں اداس ہونا چاہیے تھا مگر وہ خلاف توقع قدرے پرسکون اور آسودہ دکھائی دے رہے تھے۔

اسی لئے علیشہ رضوی نے حیرت ومسرت کے ملے جلے تاثرات سے کہا۔

''صائم کیسے لگتے ہیں آپ کو؟'' ذیشان رضوی نے اس کو جواب دینے کی بجائے سوال بہت ذومعنی انداز میں پوچھا۔

''کیا مطلب کیسے لگتے ہیں؟'' وہ سلائس واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی۔

''مطلب تمہیں وہ کیسے انسان لگتے ہیں۔'' وضاحت سارا رضوی کی طرف سے آئی تھی۔

''اچھے انسان ہیں۔'' اس نے ذرا سا ہچکچا کر کہا۔

''پرسنلی کیسے لگتے ہیں۔''

''وٹس دس مما، کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو۔''

''بیٹے آپ سے ایک سیدھی بات پوچھی ہے آپ اس پر اتنا گھبرا کیوں رہی ہو، بس سیدھا سا جواب دے دو۔'' ذیشان رضوی زیر لب مسکراتے ہوئے بولے۔

''اچھے ہیں سر، بہت اچھے ہیں، پرسنلی بھی ان کی میں بہت عزت کرتی ہوں، اب بتائیں

بات کیا ہے۔'' اس نے جلدی سے جواب دے کر جان چھڑوائی۔

''علیشہ بیٹے صائم جیسے انسان کا ساتھ پانا نجانے کتنی لڑکیوں کا خواب ہوگا اور ان کے جیسے شخصیت آج کل کے دور میں بہت کم ملتی ہے۔''

ان کا اشارہ ان کی سنجیدگی، ٹھہراؤ اور عزت کی طرف تھا جو اس گھر کے ہر فرد کے لئے ان کے دل میں تھی۔

''جی میں مانتی ہوں اس سچائی کو۔''

''دیٹس گریٹ، علیشہ اگر ہم آپ کی زندگی کا فیصلہ ہم کریں تو آپ کو اس بات پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔'' ایک امید و یاس کی جوت اس نے ذیشان رضوی کی آنکھوں میں جلتی محسوس کی تھی۔

''میری زندگی کا فیصلہ آپ کو ہی کرنا ہے پاپا، مگر اتنی جلدی کس چیز کی ہے، مجھے ابھی اپنی اسٹڈیز کمپلیٹ کرنی ہے، آپ کے ساتھ رہنا ہے۔'' اس کے دل میں واقعی ہی عجیب سی پکڑ دھکڑ مچی تھی۔

''بات اگر کسی اور کی ہوتی تو میری پہلی ترجیح آپ کی خواہشات ہوتیں، مگر اب سوال صائم مرتضٰی کا ہے بیٹے، مجھے ان میں کوئی کمی نظر نہیں آئی جو میں انہیں اتنا انتظار کرواؤں، میرے خیال میں وہ آپ کے لئے بہترین جیون ساتھی ثابت ہوں گے اور آپ کو بھی ایک دن میرے فیصلے پر فخر ہوگا۔'' ان کا اشارہ صائم مرتضٰی کے ساتھ شادی کے بعد اس کی ازدواجی زندگی کی طرف تھا۔

''آپ سوچ لو بیٹے، آپ اس کے باوجود کوئی فیصلہ خود سے لینا چاہتی ہیں تو ہمیں وہ بھی قبول ہوگا۔'' اسے خاموش پا کر سارا رضوی نے تسلی دی، تو وہ بس انہیں دیکھتی ہی رہی۔

☆☆☆

''مما، پاپا چائے لاؤں آپ کے لئے۔''

''نہیں ابھی طلب محسوس نہیں ہو رہی۔'' ذیشان رضوی نے کہا اور اپنے کمرے کا رخ کر گئے۔

''مما میں آپ کی بلڈ پریشر کی ٹیبلٹ لا دیتی ہوں۔''

''رہنے دو علیشہ، آئی ایم فیلنگ گڈ بیٹا، بس کچھ تھک گئی ہوں تھوڑی دیر آرام کروں گی۔'' سارا رضوی مروتاً بھی نہیں مسکرائی تھیں، وہ روہانسی ہوگئی، پچھلے کئی دنوں سے سارا رضوی اور ذیشان رضوی کا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی تھا، وہ دونوں اسے دیکھتے ہی خاموش ہو جاتے تھے، وہ پاس بھی ہوتی تو اس کی موجودگی کو مکمل فراموش کر جاتے۔

وہ بات کرنے کی کوشش کرتی وہ اپنے کمرے میں جانے کا عذر تلاش کر لیتے، اسے لگتا تھا وہ اکیلی رہ گئی ہے، ان کی بے رخی اس کی برداشت سے باہر تھی، اس دن جب ذیشان رضوی نے صائم مرتضٰی کے بارے میں اس کی رائے طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔

اسے صائم مرتضٰی سے کسی ایسے رشتے کی توقع نہیں تھی، وہ اسے بہت مضبوط اور کھلے دل کے انسان لگے تھے، مگر ان کی روایتی مردوں والی سوچ سے اسے بہت دھچکا لگا تھا، انہوں نے کسی بھی چیز کا لحاظ کیے بغیر اس کے لئے اپنا انتخاب بتا دیا اور ایک بار بھی اس سے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی، ان کی یہ حرکت اسے بہت کھلی لگی تھی، اگر کچھ دن وہ ان پر انحصار کرتی رہی تھی اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں تھا کہ وہ ان میں انوالو ہو چکی تھی، اسے تو سوچ سوچ کر خود پر غصہ آ رہا تھا، صائم مرتضٰی کے لئے اس کا دل بہت کھٹائی میں پڑ گیا تھا، اس نے مزید سوچنا مناسب نہیں سمجھا اور دوٹوک انکار سنا دیا۔

اس کے انکار کے بعد سارا اور ذیشان کا رویہ اس کے ساتھ اجنبیوں سے بڑھ کر ہو گیا تھا اور صائم مرتضٰی اس کی وجہ تھا وہ والدین اور بیٹی کے رشتے میں خلیج حائل کرنے کا باعث تھا، اس کے دل میں اس کے لئے تلخی اور بڑھ گئی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے صائم مرتضٰی آپ کے بیٹے ہیں اور میں غیر ہوں ان کے لئے اپنی بیٹی کے ساتھ غیروں والا برتاؤ کر رہے ہیں آپ۔'' وہ بالآخر رو ہی دی، سارا اور ذیشان رضوی پریشان ہو اٹھے۔

''آپ سے ایسا کس نے کہا؟'' سارا نے اسے فوراً بانہوں میں سمیٹا تھا۔

''آپ دونوں کے رویے نے۔'' وہ اور زور و شور سے رونے لگی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے علیشہ، ہاں آپ کے انکار سے دکھ بہت ہوا، والدین کبھی اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے، آپ خوش نصیب ہوتیں اگر آپ صائم مرتضٰی جیسے انسان کے ہمراہ زندگی کا سفر طے کر پاتیں، آپ کو شاید وہ چیز نظر نہیں آ رہی جو اس وقت ہم دیکھ سکتے ہیں، مجھے ان میں ہر وہ چیز نظر آتی ہے جو خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے ایک انسان میں ہونی چاہیں، خیر کوئی بات نہیں آپ کو وہ پسند نہیں ہیں تو یہ بحث فضول ہے۔'' ان کے لہجے میں تاسف آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔

''مجھے آپ کے انکار کی وجہ جاننی ہے علیشہ، آخر ایسی کیا کمی ہے صائم میں جو آپ ان کے پروپوزل اور ہماری مرضی کو بھی مسترد کر گئیں۔'' سارا رضوی نے بہت سنجیدگی سے پوچھا تھا اب وہ کیا جواب دیتی کہ اپنے نام کے ساتھ کسی اور کا نام لگتے دیکھنا اس کی برداشت سے باہر ہے۔

صائم مرتضٰی تو اس کے گلے کا پھندہ بن گیا تھا، کوئی ببول کا کانٹا تھا جسے نہ نگل سکتی تھی نہ تھوک سکتی تھی۔

''میں آپ کو چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتی تھی بس اسی لئے انکار کیا تھا ورنہ مجھے سر سے کوئی پرابلم نہیں۔'' آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر چکی تھیں۔

''بیٹیاں تو ہوتی ہی پرائی ہیں علیشہ، آج نہیں تو کل آپ کو اپنے اصلی گھر جانا ہی ہے۔'' سارا رضوی نے گلوگیر لہجے میں کہا تو وہ بے ساختہ ان سے لپٹ کر رونے لگی، ان آنسوؤں میں نجانے کون کون سا غم بہہ رہے تھے، محبت کرنے کے، اسے کھونے اور اب اسے بھول جانے کے۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی صائم مرتضٰی آپ نے میرے والدین کو میرے سے چھیننا چاہا ہے'' اس نے آنسوؤں کے درمیان اس سے بیر باندھ لیا۔

☆☆☆

کئی گھنٹوں سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے رہنے کی وجہ سے اس کے روم روم میں تھکاوٹ اتر آئی تھی، اس نے بے ساختہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر خود کو پرسکون کیا تھا، چند لمحوں بعد جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو بیڈ کے بالکل سامنے صائم صدیقی کی قدم آدم پورٹریٹ لگی تھی، بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں اس کی قد آور شخصیت ناقابل تسخیر ہی تو لگتی تھی، اس کے چہرے پر سجی مسکان اسے لاکھوں میں ممتاز کرنے کے لئے کافی تھی، مگر علیشہ رضوی کے اندر تو کڑواہٹ بھری جا رہی تھی، کوئی اور وقت ہوتا تو یقیناً صائم مرتضٰی کی جی بھر کر تعریف کرتی، مگر اب تو اس کی

خوبیاں بھی اسے خامیاں ہی لگ رہی تھیں۔

اس کا مسکراتا چہرہ علیشہ رضوی کو اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہو رہا تھا اس کا جی چاہا تھا اس کی مسکراہٹ نوچ لے، جس نے اس کی زندگی کو مذاق بنا دیا، ایکدم سے اسے ساری تھکاوٹ بھول گئی تھی اور دل و دماغ میں جنگ سی چھڑ گئی تھی وہ کسی صورت اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ بے بسی سی ہو کر بیڈ سے نیچے اتر آئی، میرون بھاری بھرکم لہنگے کو سنبھالتی وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی، اپنا سجا سجایا روپ دیکھ کر نجانے کیوں رونا آنے لگا۔

''کیوں میرے وجود کو تمہارے لئے اتنا سجایا گیا ہے صائم مرتضٰی جب کہ مجھے اس چیز کی خواہش بھی نہ تھی۔'' اس کی کاجل سے سجی آنکھوں میں سفید موتی مچلنے لگے تھے وہ وزنی لہنگا اور جیولری کی پرواہ کیے بغیر اٹھ کر بالکونی میں چلی آئی تھی۔

رات کے دو بج رہے تھے، حویلی کے آس پاس چاندنیاں بچھا کر گویا سویرا کر دیا گیا تھا مگر دور دور تک اندھیرے نے اپنا خوفناک بسیرا جما رکھا تھا، صائم مرتضٰی کی شادی علیشہ رضوی سے بخیر و خوبی ہو گئی تھی وہ رضوی پلیس سے رخصت ہو کر صائم مرتضٰی کی آبائی حویلی میں آ چکی تھی، جس کی سجاوٹ دیکھ کر گماں گزرتا تھا جیسے کسی شہزادی کے استقبال کے لئے حویلی کو دلہن سے بڑھ کر سجایا ہو۔

حویلی کا ایک ایک کونہ ظاہر کر رہا تھا کہ صائم مرتضٰی کو علیشہ رضوی کو پانے کی کتنی خوشی ہے، کوئی اور لڑکی ہوتی تو اپنی قسمت پر بہت نازاں ہوتی مگر وہ علیشہ رضوی تھی جسے صائم مرتضٰی سے کوئی سروکار نہ تھا۔

مدھم سی آواز نے دروازے کے کھولنے کا عندیہ سنایا تھا، آنے والے نے بہت احتیاط سے دروازہ دوبارہ مقفل کیا، یقیناً بیڈ پر علیشہ رضوی کو نا پا کر وہ متجسس ہوا تھا، پھر وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا مگر جب پندرہ منٹ تک وہ نہیں آئی تو اسے اپنے اس خیال کی تردید کرنی پڑی کہ وہ واش روم میں ہے۔

لیکن پھر بھی تصدیق کے لئے اس نے سب سے پہلے واش روم چیک کیا اور پھر ٹیرس کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہ برق رفتاری سے ادھر آیا تھا، وہ اس کے قریب آ کر رک گیا تھا، جیسے ایک سکون رگ و پے میں سرائیت کر گیا ہو اسے سامنے پا کر۔

''یہاں کھڑی رہو گی تو رات کی تاریکی سے میری چاندنی کو نظر لگ جائے۔'' اس کے بالکل پشت پر کھڑے ہو کر صائم مرتضٰی نے مدھم سرگوشی کی، علیشہ رضوی کو ایک درد نے اپنے گھیرے میں لیا تھا۔

''بہت خوشی ہے آپ کو مجھے پا کر؟'' وہ دھیرے سے مڑی تھی اور صائم مرتضٰی اس کے حسن میں کھو گیا تھا جو دلہن کا روپ دھار کر مزید دو آتشہ ہو گیا تھا، میرون کامدار لہنگے میں اس کے وجود کی چاندنی اور نکھر گئی تھی۔

''کیوں کیا آپ نے ایسا سر۔'' اس کی کاجل کی تحریریں بکھرنے لگی تھیں، اس کی شفاف آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ بہہ نکلے اور صائم مرتضٰی ٹھٹک گیا تھا، اس لڑکی کا سحر کہیں گم ہونے لگا تھا۔

''تم رو کیوں رہی ہو علیشہ۔'' اس نے بے چینی سے پوچھا، ایک بار اس نے اسے تب تم کہا تھا جب وہ اسے لیبر کی اسٹرائیک سے لایا تھا اور آج جب وہ اس کی ہو کر بھی اس کی نہیں تھی۔

''آپ نے رولایا ہے مجھے، اپنے اور میرے رشتے کو بدل کر آنسوؤں کو میرا مقدر بنایا ہے آپ نے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''آپ کی مرضی شامل نہیں تھی میرے لئے؟'' وہ جتنا اس کے پاس کھڑا تھا اتنا ہی فاصلے پر چلا گیا تھا کچھ دیر قبل چھلکنے والا احق اور خوشی اس کے چہرے سے غائب ہو چکی تھی، اس کی وجیہہ وشکیل شخصیت پھر سنجیدگی کے بھنور میں ڈوب کر ناقابل تسخیر ہو گئی تھی۔

''میں آپ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں بنانا چاہتی اور اگر آپ زبردستی کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ سب بے کار ہو گا۔'' اب کے اس کا لہجہ کھردرا تھا، بے لچک اور کرخت، صائم مرتضٰی نے بہت غور سے اس کا ملیح چہرہ دیکھا تھا جس میں بے رحمی کے سوا کچھ نہیں تھا، وہ اس کے دل کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر سنگلاخ الفاظ ادا کر چکی تھی۔

علیشہ رضوی کو لگا تھا وہ اس سے باز پرس کرے گا، اس سے ناپسندیدگی کی وجہ پوچھے گا کئی سوالات کرے گا، مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے کہا تو بس اتنا۔

''آپ جا کر چینج کر لیں، ہم صبح بات کر لیں گے اور میرے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' علیشہ رضوی نے اس کے عام سے انداز کو بہت حیرت سے دیکھا تھا، تو کیا اسے اس کی اتنی بڑی بات سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا، یا وہ اپنے جذبات چھپانے پر قدرت رکھتا تھا۔

''زندگی کے ہر میدان کو فتح کرنے کے بعد، سب سے بڑے میدان میں آ کر مات کھا گئے صائم مرتضٰی، افسوس در افسوس جس لڑکی کو تمہاری خواہش ہی نہیں تھی اس کو زندگی بنا لیا۔'' صائم مرتضٰی نے پہلی خواہش پر ہی شکست کھالی تھی، وہ جیتنے کے باوجود ہار چکا تھا، تقریباً دو گھنٹے تک وہ خود سے لڑتا رہا تھا جب وہ کمرے میں آیا تو علیشہ رضوی کو جوں کی توں حالت میں پایا۔

وہ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی شاید اس کی خبر خود اسے بھی نہ تھی صائم مرتضٰی کا جی چاہا تھا اسے اپنے دل میں چھپا لے اس رنگ روپ سمیت، مگر وہ حق رکھنے کے باوجود حق نہیں رکھتا تھا۔

''آپ نے چینج نہیں کیا ابھی تک؟'' اس پر نگاہ ڈالے بغیر وہ پوچھ رہا تھا۔

''مجھ سے پنیں نہیں کھل رہیں دوپٹے کی۔'' وہ سادگی سے بولی۔

''پھر صبح تک کا ویٹ کریں گی یا میں......''

وہ دانستہ بات ادھوری چھوڑ گیا اور وہ اس کی ادھوری بات کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔

صبح تک کا ویٹ کرتی تو اور بھی ہزار ایشو ساتھ اٹھتے اور ویسے بھی اب وہ بہت تھک چکی تھی اور ریلیکس ہونا چاہتی تھی۔

''آپ اتار دیں۔'' اس نے بہت سوچ کر اجازت دے دی، چند لمحے بعد وہ اس کی طرف بڑھا تھا، کندھوں پر دوپٹے کی سیٹنگ کے لئے لگی سیفٹی پنیں اس نے احتیاط سے نکال دیں، دوپٹہ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور خود بھی جانے لگا تھا جب اس نے دوبارہ پکار لیا۔

''پلیز سر بالوں کی بھی نکال دیں۔'' اس نے چھوٹے بچوں کی طرح فرمائش کی، صائم مرتضٰی نے بغیر کوئی پس و پیش کیے اس کی بات مان لی تھی، وہ بہت ریلیکس انداز میں اس کے سامنے بیٹھی تھی، اسے کوئی گھبراہٹ نہیں ہو رہی تھی، صائم مرتضٰی کو ایک لمحے میں اندازہ ہوا تھا کہ ابھی وہ کتنی معصوم اور کمسن ہے، جسے اپنے اور صائم مرتضٰی کے مابین بننے والے رشتے کی

نزاکت کا احساس تک نہیں تھا۔

''آرام سے کس بات کا غصہ نکال رہے ہیں۔'' ایک پن نکالتے ہوئے اس کے بال میں الجھ گئے تھے وہ درد کے احساس سے چلائی تھی۔

''نیکلس اور لاکٹ کے لاک بھی کھول دیں۔'' ایک کام ختم ہوا تو دوسرے کا حکم آیا، اب کے صائم مرتضیٰ زیرلب مسکرایا تھا۔

پھر اس نے علیشہ رضوی کے کہے بغیر اس کی ائیر رنگز چوڑیاں اور پائلیں بھی اتار دیں، وہ چپ چاپ اس کی کارگزاری دیکھتی رہی وہ فارغ ہو کر اٹھا تو دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا اور وہ اتنا اس کے پاس آنے پر نہیں گھبرائی تھی جتنا اس کی نظروں سے نظریں ملنے پر گھبرا اٹھی تھی۔

''تھینکس میں چینج کر کے آتی ہوں۔''

''میری دسترس میں رہو گی تو ایک دن مجھ سے پیار کرنے لگو گی۔'' اسے دوپٹے کے بغیر واش روم کی طرف بھاگتے دیکھ کر صائم مرتضیٰ نے شاید خود کو امید دلائی اور دل پر پتھر رکھتے ہوئے مایوس سا بیڈ پر لیٹ گیا گو کہ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

☆☆☆

''نہ کوئی سلام، نہ دعا، تمہارے سسرال والے آئے ہیں علیشہ اور تمہارے پاس ان سے ملنے کا ٹائم نہیں۔'' سارا رضوی نے بہت حیرت سے پوچھا تو علیشہ رضوی کھسیا کر مسکرا دی۔

''میں جاتی ہوں مما، ایکچوئلی میں پیکنگ کر رہی تھی۔''

''تم ہٹو میں زرین سے کہتی ہوں وہ کر دے گی۔''

''جی مما۔'' وہ پژمردہ سے قدم اٹھاتی ٹی وی لاؤنج کی طرف چل دی جہاں مرتضیٰ علی اور نسیمہ بیگم سمیت صائم مرتضیٰ اور دیگر جملہ افراد بھی موجود تھے، ولیمے کی تقریب کے فوراً بعد وہ ذیشان اور سارا کے ساتھ رضوی پیلس آگئی تھی اور یہاں آ کر اس نے صائم مرتضیٰ کو کال کر دی تھی کہ وہ کچھ دن یہاں رہنا چاہتی ہے اور صائم مرتضیٰ نے اسے او کے کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ نہیں کہا تھا۔

آج تقریباً پندرہ دن بعد نسیمہ بیگم کے بہت اصرار پر وہ علیشہ رضوی کو لینے آئے تھے۔

''السلام علیکم!'' لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے خصوصی طور پر نسیمہ اور مرتضیٰ علی کو سلام کیا، پنک کامدار سوٹ میں اس کی رنگت بھی گلابی دکھائی دے رہی تھی۔

''وعلیکم السلام جیتی رہو، سدا سہاگن رہو میری بچی۔'' نسیمہ بیگم نے بے ساختہ اس کی پیشانی چوم لی۔

''بہت دل لگا لیا، ماں باپ کا، اب تمہارے دوسرے والدین کا دل اداس ہے، چلو گھر چلیں علیشہ بیٹی، شادی کے بعد بھی تم چاہتی ہو کہ تمہارا شوہر اکیلا کھاتا رہے۔'' نسیمہ بیگم بہت خلوص سے کہہ رہی تھی اور علیشہ رضوی نے بے ساختہ نگاہیں اٹھا کر صائم مرتضیٰ کو دیکھا تھا مگر اس نے تو بھول کر بھی اس پر نگاہ ڈالنا گوارہ نہیں سمجھا تھا۔

''اچھا چاچو اب ہمیں نکلنا ہو گا، کافی لیٹ ہو گئے ہیں۔'' وہ کھانا کھائے بغیر اٹھ کھڑا ہوا تھا، اور ذیشان رضوی سے مخاطب ہوا تھا، تب تک علیشہ بھی چینج کر کے آ چکی تھی لائٹ گرین سوٹ میں مناسب سے میک اپ اور لائٹ جیولری میں وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

''کچھ دیر اور رک جاتے صائم بیٹے۔'' ذیشان رضوی نے کہا۔

''اب تو آنا جانا لگا رہے گا بھائی صاحب۔'' مرتضیٰ علی نے ذومعنی انداز میں کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''چلیں علیشہ۔'' فرداً فرداً سب سے ملنے کے بعد وہ اس سے سارے عرصے میں پہلی بار مخاطب ہوا تھا، ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر باہر نکل گیا مگر ان نگاہوں میں اس کے لئے کوئی ستائش نہیں تھی، نجانے کیوں علیشہ رضوی کو بہت برا لگا تھا۔

وہ بیک ڈور کھول کر بیٹھنے والی تھی جب نسیمہ بیگم نے اسے روک دیا۔

''آگے صائم کے ساتھ بیٹھو علیشہ، میرے دل میں بہت ارمان ہے تم دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنے کا۔'' وہ بنا کچھ کہے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی، پہلی بار اس کا دل دھڑکا تھا، پہلی بار اس نے محسوس کیا تھا کہ صائم مرتضیٰ اس کا شوہر ہے، مگر صائم مرتضیٰ کے لاتعلق انداز نے اس احساس کو زیادہ دیر قوی نہیں رہنے دیا تھا کچھ دیر بعد وہ پھر اس کے بارے میں اسی انداز سے سوچنے لگی تھی۔

☆☆☆

''مجھے انکل آنٹی کے ساتھ گاؤں رہنا ہے۔'' اس کے سامنے بیٹھی وہ ایک بار پھر اس کے فیصلے کی دھجیاں بکھیر رہی تھی، صائم مرتضیٰ نے بہت حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے آپ کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ کا نیکسٹ سمسٹر ہونے والا ہے یوں آپ کی اسٹڈیز کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے گا۔''

''یہ فضول کے بہانے مت بنائیں، میرے لئے آپ کے ساتھ رہنا ایک بہت بڑا عذاب ہے اور میں یہ ایکسپٹ کرنا نہیں چاہتی۔'' وہ ضدی انداز میں بولی۔

''آپ کی ضد ایک طرف علیشہ! لیکن یوں مجھ سے بھاگنے کے لئے آپ اپنی اسٹڈیز، اپنا کیرئیر داؤ پر نہیں لگا سکتیں۔'' اس کے لہجے کی تلخی کو نظر انداز کرتا وہ بہت تحمل سے اسے سمجھا رہا تھا۔

''میری اسٹڈیز، میرا کیرئیر اسی دن ختم ہو گیا تھا جس دن میرا نام آپ کے نام کے ساتھ جڑا، مجھے اب ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ نے مجھے حاصل کرنا تھا کر لیا، وہ آپ کی ضد تھی، مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا یہ میری ضد ہے۔'' وہ کھردرے پن سے بولی۔

''ٹھیک ہے اپنی پیکنگ کر لیں، آپ مما پاپا کے ساتھ حویلی چلی جائیں۔'' وہ بہت شانت لہجے میں بولا تھا اور علیشہ رضوی اپنی فتح پر بہت سرشار نظر آ رہی تھی۔

☆☆☆

صائم مرتضیٰ میں بظاہر کوئی برائی نہیں تھی مگر جب بھی وہ اس کا تصور کرتی تھی اس کے جذبات برفیلے ہونے لگتے تھے، وہ اسے کانٹے کی طرح چبھنے لگتا تھا، وہ چاہ کر بھی اس کے ساتھ مثبت رویہ اختیار نہیں کر پاتی تھی، شاید اس کے دل کے کسی کونے میں ابھی بھی حاذم صدیقی تھا۔

پہلے وہ اسے اپنی مرضی سے یاد کر سکتی تھی مگر صائم مرتضیٰ کی زندگی میں داخل ہو کر وہ یہ کام بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اسے صائم مرتضیٰ سے بے ایمانی گوارا نہیں تھی، وہ پر کٹے پنچھی کی طرح قید میں پھڑ پھڑا کر ہی رہ گئی، صائم مرتضیٰ کو دل سے قبول کرنے پر تیار نہ تھا اور حاذم صدیقی کو بھلانے پر بھی آمادہ نہیں تھا، عجیب دوہری کیفیت سے گزر رہی تھی اور صائم مرتضیٰ کو تو جیسے اس سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا، وہ اس کی ہر بات چپ چاپ مان لیتا تھا اور اس نے کبھی اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

صائم مرتضیٰ کے لئے دیئے رویے نے

اسے اور بھی دلبرداشتہ کر دیا تھا وہ اور زیادہ اس سے بھاگنے لگی تھی۔

وہ ضد کر کے حویلی آ تو گئی تھی مگر یہاں کا ماحول اس کی سمجھ سے بالاتر تھا گو کہ اسے یہاں کسی قسم کی پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا، مگر پھر بھی ایک اجنبیت اسے اپنے حصار میں لئے رہتی۔

نسیمہ بیگم کا پیار کچھ وقت کو آسان بنا دیتا تھا ورنہ تو یہ بیگانگی اس کے وجود کو کاٹنے لگی تھی، وہاں بس صائم مرتضیٰ تھا جس سے اسے اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا، وہ لاکھ اس سے چڑتی تھی اس سے نفرت کرتی تھی مگر پھر بھی اسے بس اسی کے پاس سکون محسوس ہوتا تھا، وہ گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے یہاں تھی اس پورے دورانیے میں صائم مرتضیٰ محض تین بار آیا تھا اور تینوں بار اس نے علیشہ رضوی کو بلانا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

یوں ان کی زندگی بظاہر بہت نارمل اور خوشحال تھی مگر اندر سے ناآسودہ تھی۔

علیشہ رضوی بہت جلد حویلی کے ماحول سے گھبرا اٹھی تھی اور اسے ادراک ہونے لگا تھا کہ اپنی اسٹڈیز منقطع کر کے اس نے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔

''مجھے آپ کے ساتھ لاہور جانا ہے۔'' وہ اس بار آیا تو علیشہ رضوی ضدی پن سے بولی۔

''کیوں اب حویلی میں کیا مسئلہ ہے؟''

''مجھے اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''اجنبیت یہاں نہیں تمہارے رویے میں ہے۔'' وہ بہت فارمل انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اور میرے ساتھ رہ کر تمہیں اپنائیت کا احساس ہو گا؟'' اب کے ذرا سا وہ شرارتی پن سے بولا۔

''جو کچھ بھی ہے، مجھے واپس جانا ہے، ابھی سمسٹر ہونے میں کچھ دن باقی ہیں میں ان دنوں میں تیاری کر لوں گی۔''

''میرے خیال میں اب امی تمہیں نہیں جانے دیں گی، انہیں تمہارا ساتھ بہت اچھا لگتا ہے۔'' وہ ذرا سا ریلیکس ہو کر بیڈ پر لیٹ گیا۔

''نہیں وہ اعتراض نہیں کریں گی، وہ تو روزانہ مجھے کہتی ہیں کہ اگر میں اداس ہوں تو آپ کے ساتھ چلی جاؤں۔''

''تو کیا تم میرے لئے اداس تھی۔'' نجانے آج کیوں وہ شرارت پر آمادہ دکھائی دیتا تھا۔

''میرے جانے کی وجہ کیا ہے میں آپ کو پہلے سے بتا چکی ہوں۔'' اس کا شوخ رویہ علیشہ رضوی کو یخ بستہ کر رہا تھا وہ دھیمے سے لہجے میں بولی۔

''ٹھیک ہے ہم ساتھ چلتے ہیں۔'' دوسرے ہی لمحے سنجیدگی سے بولا اور سر سے پیروں تک کمبل تان کر لیٹ گیا، گو میٹنگ اپنے اختتام کو پہنچ چکی تھی وہ مزید گفتگو کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، بہرحال علیشہ رضوی بھی اس سے زیادہ دیر بات کرنے کی روادار نہ تھی اس کا کام ہو گیا تھا اس کے لئے یہی کافی تھا۔

پھر نجانے اس نے نسیمہ بیگم اور مرتضیٰ علی سے کیا کہا مگر وہ اسے اجازت دلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا یوں وہ حویلی سے مستقل طور پر لاہور آ گئی۔

☆☆☆

اسے مرتضیٰ ہاؤس چھوڑ کر وہ خود کسی ضروری کام سے نکل گیا، پہلے پہل صائم مرتضیٰ اس گھر میں تنہا رہتا تھا، اسے باہر کے کھانوں کی عادت نہ تھی لہٰذا وہ خود ہی کوکنگ کرتا تھا مگر اب علیشہ رضوی کی موجودگی کا خیال کر کے اس نے

خانسامہ کا انتظام کر دیا تھا، علیشہ رضوی سارا دن فارغ اِدھر اُدھر گھومتی رہی کچھ کھانے کو بھی دل نہیں مان رہا تھا، وہ لان میں بے مقصد ہی گھوم کر اس کا انتظار کرنے لگی، اس کی گاڑی کو گیٹ سے داخل ہوتے دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آگے بڑھے یا وہیں کھڑی رہے۔

''کیسا گزرا آج کا دن؟'' اس کے قریب آ کر وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''آپ کو کیا، آپ کو تو سارے ضروری کام آج ہی نمٹانے تھے۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی اور علیشہ رضوی کے ایسے مان بھرے شکوے سے صائم مرتضیٰ کو حیرت کا خوشگوار جھٹکا لگا تھا۔

''یعنی میری بیوی مجھے مس کر رہی تھی۔'' اس کے اتنے خوبصورت شکوے کے بعد صائم مرتضیٰ کا موڈ بحال ہونے لگا تھا۔

''فضول کے کام کرنے کا میرے پاس ٹائم نہیں ہے، ہمارے گھر میں ممی، پاپا، کمل آپی اتنے سارے لوگ ہوتے تھے اس لئے بوریت کا احساس نہیں ہوتا تھا مگر آپ کے گھر میں درو دیوار بے جان چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔'' وہ اس قدر زہر خند لہجے میں بولی تھی کہ کچھ دیر قبل محسوس ہونے والی خوشی کا احساس زائل ہونے لگا تھا۔

''یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے علیشہ۔'' اس کی کڑواہٹ کے باوجود وہ بہت نرمی سے بولا تھا اور وہ کوئی جواب دیئے بغیر اپنے کمرے میں گھس گئی اور صائم مرتضیٰ کو اس کی اجنبی رویے نے بہت رنج پہنچایا، بہت اچانک اسے اپنے وجود میں تھکاوٹ اترتی محسوس ہونے لگی تھی، اسے اپنے ہر گھر کی چار دیواری سے وحشت ہونے لگی تھی، جس میں اس کی بیوی اس کے ساتھ اجنبیوں سے بڑھ کر رویہ اپنائے ہوئے تھی۔

''صائم بابا کھانا لگاؤں؟''

''اوں ہوں، ہاں بی بی نے کھانا کھایا۔'' خانسامہ ان کے گاؤں سے تھا۔

''نہیں انہوں نے نہیں کھایا۔''

''آپ انہیں بلا لائیں پھر کھانا کھاتے ہیں۔''

اس کو یقین تھا علیشہ نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا تب ہی وہ کچھ بھی باہر سے کھائے بغیر سر شام ہی گھر کی طرف دوڑا تھا، مگر علیشہ رضوی کے تلخ رویے نے اس کی بھوک پیاس سب چھین لئے تھے۔

بہت خاموش ماحول میں کھانا کھایا گیا، صائم مرتضیٰ نے بہت جلد کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا، علیشہ رضوی نے بھی بس فارمیلٹی ہی نبھائی تھی، کہنے کو دو نفوس ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے مگر دیکھنے کو زندگی کی کوئی ہلچل ان کے انداز و اطوار میں نہیں تھی وہ تو ان قیدیوں کی طرح لگ رہے تھے جو مجبوری کی بناء پر ایک ساتھ قید میں رہنے پر مجبور ہوں۔

''آپ نے سونا نہیں ہے، مجھے تو بہت نیند آ رہی ہے۔'' وہ غائب دماغی سے سپورٹس چینل لگائے بیٹھا تھا، اس نے نوٹ نہیں کیا کہ کافی دیر سے علیشہ رضوی بے چین سی اِدھر اُدھر پھر رہی ہے۔

''کیا مطلب؟'' وہ واقعی اس کے اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا تھا تب ہی ناسمجھی کے عالم میں بولا۔

''مطلب...... مطلب کہ مجھے اکیلے سونے کی عادت نہیں ہے میں بھی اسی روم میں سوؤں گی جس روم میں آپ سوئیں گے۔'' وہ نظریں جھکائے بہت آہستگی سے بول رہی تھی۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں، بچپن سے اب تک میں کمل آپی کے ساتھ سوئی تھی ان کی شادی کے

بعد مما کے ساتھ اور اپنی شادی کے بعد آنٹی کے ساتھ اور...... اب......'' اس کے عجیب سی نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ صفائی میں فوراً بول اٹھی۔

''ٹھیک ہے آپ کمرے میں جا کر سو جائیں میں آتا ہوں۔''

''نہیں آپ میرے ساتھ چلیں، مجھے اکیلے ویسے بھی اس گھر میں ڈر لگتا ہے۔''

''یہ بھی گھر ہے علیشہ بالکل ویسا ہی جیسا تم چھوڑ کر آئی ہو، کوئی بھوت بنگلہ نہیں ہے اور نہ ہی میں بھوت ہوں، بات صرف تمہارے سمجھنے کی ہے، تم اسے گھر سمجھو گی تو ڈر نہیں لگے گا۔'' اس کی بات پر اسے بہت ہی طیش آیا تھا تب ہی کچھ تلخ لہجے میں بولا، وہ بناء کچھ کہے پلٹ گئی، اس کی آنکھوں میں چمکتی آنسوؤں کی لہریں اسے نظر آئی تھیں، صائم مرتضیٰ ایک بار پھر ان آنکھوں سے ہار گیا تھا، وہ اسے تکلیف پہنچاتی تھی صرف تکلیف، لیکن وہ اسے تکلیف بھی نہیں پہنچانا چاہتا تھا کہ اس کی چاہتوں کی شدت کا یہ تقاضا نہیں تھا، وہ فوراً اس کے پیچھے گیا تھا وہ صوفہ کم بیڈ پر لیٹی تھی اس نے آنکھوں پر بازو رکھ کر گویا خود کو چھپا لیا تھا، صائم مرتضیٰ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تا کہ اسے تسلی رہے اور وہ آرام سے سو جائے۔

وہ سونے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہی تھی مگر وہ صائم مرتضیٰ تھا تب بھی اس کو جان جاتا تھا جب اس سے دور تھی اور اب تو صرف چند قدموں کی دوری پر تھی، وہ جانتا تھا وہ رو رہی ہے مگر وہ خود کو کئی پردوں میں چھپا چکا تھا، علیشہ رضوی کو اس کی جذبات کی شدت کا اندازہ ہی نہیں تھا تو وہ بھی اپنے جذبات کو ہزار پردوں میں دفن کر گیا تھا، علیشہ رضوی کی آنکھیں جل تھل تھیں تو صائم مرتضیٰ کی بھی روح بے چین تھی دونوں اپنی اپنی جگہ تڑپ رہے تھے البتہ وجوہات مختلف تھیں۔

☆☆☆

وقت کا پہیہ بہت تیزی سے دوڑ رہا تھا، علیشہ رضوی اپنے سمسٹر میں اس قدر محو تھی کہ اسے سر اٹھانے کی بھی فرصت نہیں تھی، علیشہ رضوی کو صائم مرتضیٰ نے الگ گاڑی اور ڈرائیور دے رکھا تھا، دونوں نفوس کے مابین لاتعلقی حد سے سوا تھی، البتہ اس کی تنہائی کا خیال کر کے صائم مرتضیٰ جلد گھر لوٹ آتا تھا، شام کو دونوں کا کھانے کی میز پر سامنا ہوتا بھی تھا تو علیشہ رضوی خاموشی سے کھانا کھاتی رہتی، اگر صائم مرتضیٰ کوئی ہلکی پھلکی گفتگو کر لیتا تو ہوں ہاں کر دیتی ورنہ اس کی بھی ضرورت محسوس نہ کرتی، آج بھی صائم مرتضیٰ کو بتائے بغیر وہ رضوی پیلس آ گئی تھی۔

''تم اکیلی ہو علیشہ، صائم نہیں آیا۔''

''مما وہ بہت بزی ہیں انہیں کہاں ٹائم ملتا ہے۔''

''تم اسے بتا کر تو آئی ہو۔'' سارا رضوی نے کوئی ساتویں بار پوچھا تھا۔

''فار گاڈ سیک مما، بس بھی کریں، آپ نے میری شادی کر دی ہے نا میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں ڈیٹس اٹ، آپ مجھے ان کی اتنی بھی پابند نہ بنائیں، اگر آپ چاہتی ہیں میں وہاں اکیلی جلتی کڑھتی رہوں تو فائن، میں نہیں آؤں گی۔'' وہ تو آتش فشاں کی طرح پھٹ ہی پڑی۔

''علیشہ اس میں اتنا ہائپر ہونے والی کون سی بات ہے، مما نے بس ایک چھوٹا سا سوال ہی تو پوچھا ہے۔'' زرین نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔

''آپی آپ بھی تو یہاں آتی ہیں، اپنی مرضی سے رہتی ہیں حاذم نے کبھی روکا، اور یوں مما بھی آپ سے کچھ نہیں کہتیں، مجھے ایک دن بھی نہیں رہنے دیتیں، مجھ سے زیادہ انہیں صائم مرتضیٰ کی

بابا کا خیال ستاتا ہے، فوراً مجھے واپس بھیج دیتی ہیں، کیوں آپی؟ میں اپنے ہی گھر میں اپنی مرضی سے کچھ دن رہ بھی نہیں سکتی۔'' وہ روہانسی ہو گئی اور زرین نجانے کیوں نگاہیں چرانے لگی تھی۔

''ٹھیک ہے تم دونوں باتیں کرو، میں تمہارے پاپا کے لئے پرہیزی کھانا بنا لوں۔'' بہت پرسوچ انداز میں سارا رضوی نے کہا اور خود وہاں سے اٹھ گئیں، علیشہ کے رویے نے بہت کچھ ثابت کر دیا تھا، ان کے خدشات درست ثابت ہونے لگے تھے۔

اس نے جان بوجھ کر سیل بھی آف کر دیا تھا، صائم مرتضیٰ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی، اس لمحے اسے اس سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

''آپ تو شادی کے بعد خواب ہی ہو گئیں ہیں۔'' حاذم صدیقی اگلے دن شام کو زرین رضوی کو لینے آیا تھا، اس کے پر تکلف انداز پر نجانے کیوں صائم مرتضیٰ یاد آ گیا جو بلا ضرورت مسکراتا بھی نہیں تھا۔

''لگتا ہے صائم مرتضیٰ سے شادی کے بعد بہت خوش ہیں آپ دوستوں سے میل میلاپ بھی چھوڑ دیا، کچھ زیادہ ہی ناز برداریاں اٹھا رہی ہیں اپنے ہزبینڈ کی۔'' وہی ازلی شوخی و شرارت اس کے لہجے میں تھی۔

''بس مصروفیت کچھ بڑھ گئی ہے۔'' اس کے سوالوں پر وہ گھبرا اٹھی، اتنے میں صائم مرتضیٰ بھی آ گیا، پچھلے دونوں سے اس کا سیل آف تھا، شام کو جب کو لوٹا تو خانسامہ نے بتایا، کہ وہ دوپہر کو یونیورسٹی سے آئی ہی نہیں وہ بے طرح پریشان ہو اٹھا تھا، یوں بتائے بغیر وہ کہاں جا سکتی تھی، اس کا پہلا دھیان رضوی پیلس کی طرف ہی گیا تھا، اس کا سیل نمبر بھی آف جا رہا تھا، وہ بہت بے قرار سا گاڑی لے کر پلٹا تھا۔

آخر کسی طرح رضوی پیلس سے تصدیق کرتا، اگر ذیشان رضوی یا سارا سے پوچھتا تو بھی اس کی اپنی انسلٹ تھی کہ اس کی بیوی بتائے بغیر چلی آئی، نئے ایشوز اٹھتے، علیشہ رضوی سے کتنے سوال و جوابا ہوتے وہ الگ پریشان ہوتی، لہٰذا اس نے یہ ارادہ موقوف کر دیا۔

''لیکن اگر رضوی پیلس نہ ہوئی تو......'' اس کے دماغ نے دوسری سمت چلنا شروع کیا اور اس کے جسم سے جیسے روح کھینچنے لگی تھی، اس کے کانٹیکٹ میں اس کی جتنی فرینڈز تھیں اس نے ان سے پوچھا تو پتہ چلا کہ اس کی طبیعت بھی ناساز تھی اور وہ جلدی چلی گئی تھی، اس کی پریشانی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

پھر مجبور ہو کر اس نے سارا رضوی سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان سے معلوم ہوا کہ وہیں تھی، اس کی غیر ذمہ دارانہ حرکت پر خون کھول اٹھا تھا مگر وہ صحیح سلامت ہے یہ جان کر دل کو قدرے سکون ملا تھا پھر سارا رضوی کے کال کرنے پر وہ دو دن بعد اسے لینے آیا تھا۔

☆☆☆

''آپ نے کیا جادو کیا ہے علیشہ تو پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئی ہے۔'' حاذم نے صائم مرتضیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا، اس کی بات پر علیشہ رضوی پہلو بدل کر رہ گئی، جس سے حاذم صدیقی کا دوستانہ رویہ اسے اپنی طرف کھینچتا تھا آج یہ اسے غیر مہذب پن کے علاوہ کچھ نہیں لگ رہا تھا، زرین رضوی بھی بس منہ کھولے دیکھ کر رہ گئی۔

''جو لوگ قدرتی طور پر خوبصورت ہوں انہیں مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' وہ شائستگی سے جواب دے رہا تھا اگرچہ اپنی بیوی کو موضوع گفتگو بنتے دیکھنا اس کی برداشت سے

باہر تھا۔

ایش گرے تھری پیس میں، تو پیس میں ملبوس حاذم صدیقی کے سامنے صائم مرتضٰی بہت باوقار اور جاذب لگ رہا تھا، زرین نے دل ہی دل میں تجزیہ کیا اور علیشہ رضوی کے خوش نصیب ہونے پر مہر ثبت کی۔

رات کو ڈنر کے بعد حاذم اور زرین رخصت ہو گئے اور کچھ ہی دیر میں صام مرتضٰی بھی جانے کو تیار تھا اس بار انہیں کسی نے بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی، علیشہ رضوی کی پر امید نگاہوں کو، کہ شاید مما پاپا اسے روک لیں، سارا اور ذیشان دونوں ہی نظر انداز کر گئے تھے۔

''تمہیں مجھے ایک بار انفارم کرنا چاہیے تھا کہ تم رضوی پیلس جا رہی ہو۔'' وہ وائٹ کاٹن کے شلوار سوٹ کے کف موڑتے ہوئے صائم اس کے روبرو بیٹھ گیا۔

''اپنے گھر ہی گئی تھی کہیں اور نہیں گئی تھی جو آپ سے اجازت کی اسٹیمپ لگوا کر جاتی۔'' اس کی باز پرس پر وہ چڑ کر بولی۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔''

''میرے پاس یہی جواب ہے۔''

''سیل کیوں آف کیا تھا؟''

''کیونکہ مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی تھی۔''

''میں کتنا پریشان ہو گیا تھا کچھ اندازہ ہے اس چیز کا تمہیں۔''

وہ شاید آج اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ کتنا تھک گیا ہے اس کا انتظار کرتے کرتے، اس کے چہرے پر مسکان دیکھنا چاہتا ہے، ان سنہری آنکھوں میں اپنے لئے محبت دیکھنا چاہتا ہے اپنے شب و روز صرف اس کی پناہوں میں گزارنا چاہتا ہے۔

''پریشانی کسی بات کی، اب تو آپ [illegible] جاگیر ہوں، جہاں بھی جاؤں آخری ٹھکانہ تو [illegible] ہے۔'' اس نے نفرت سے ہنکارا بھرا۔

''کیا تمہیں اس مسکن سے محبت نہیں [illegible] علیشہ۔'' اس کے لہجے میں امید کے جگنو [illegible] رہے تھے۔

''نہیں نہ اس مسکن سے نہ اس مسکن [illegible] منسلک لوگوں سے۔'' وہ بے دردی کی انتہا کر رہی تھی، صائم مرتضٰی کے دل میں جیسے طوفان برپا ہو تھا۔

''کیا تم کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو؟'' اس کے رویے کی تلخی کا نچوڑ صائم مرتضٰی نے اس کے سامنے رکھا، علیشہ رضوی کی ساری نفرت اور بیزاری جھاگ کی طرح بیٹھنے لگی تھی وہ حق دق اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، جس پر بلا کی سنجیدگی تھی، وہ سپاٹ چہرہ لئے بیٹھا تھا، جو بھی تھا اس سوال میں سچائی تھی یا نہیں، لیکن صائم مرتضٰی اپنی زندگی میں شامل کرنے کے بعد اس سے یہ سوال کرے گا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟'' بہتے آنسوؤں کے درمیان اس کا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے۔''

''ایسی ہی بات ہے صائم مرتضٰی، ایسی ہی بات ہے، میری بیزاری کی وجہ بہت خوب تلاش کی ہے آپ نے، میرے ہی کردار کی دھجیاں بکھیر دیں، مجھے میری ہی نظروں میں چھوٹا کر دیا۔'' وہ پھٹ پڑی تھی۔

''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔'' وہ آگے بڑھا تھا۔

''میں آپ کو غلط نہ سمجھوں اور آپ مجھے بد [illegible] مرضی سمجھتے رہیں ہاں نہیں ہے مجھے آپ سے محبت، جو سمجھنا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں، آئی ہیٹ [illegible]

یو، صائم مرتضٰی۔'' وہ پورے زور سے چلائی تھی اور وہاں سے روتی ہوئی نکل گئی، صائم مرتضٰی صوفے پر ڈھے سا گیا۔

اس کے گھر کی ایک ایک چیز میں علیشہ رضوی کا لمس تھا اور زندگی گزارنے کے لئے اسے یہ خوشبو اور احساس ہی کافی تھا، شکست کی سلوٹوں کا جال اس کی پیشانی پر پھیلا تھا، صائم مرتضٰی مرد تھا بہت مضبوط مرد مگر اس چھوٹی سی لڑکی سے جدائی کے احساس نے اس کی آنکھوں سے موتیوں کی بارش کر دی تھی۔

☆☆☆

آج پھر وہ ناشتہ کیے بغیر ہی نکل گیا تھا، لیکن شام کو علیشہ رضوی کا احساس کرتے ہوئے اسے لوٹنا ہی تھا اور پھر وہ سب ہو گیا جس کا صائم مرتضٰی کو اندازہ بھی نہ تھا، اسے معلوم تھا کہ علیشہ رضوی اس رشتے سے ناخوش ہے مگر وہ اس سے اس قدر بدگمان ہے اسے بالکل بھی پتہ نہ تھا، اپنی ازدواجی زندگی کے اولین دن سے ہی اس نے قدامت پسند اور روایتی مردوں والا رویہ اس کے ساتھ روا نہیں رکھا تھا، اس کی تلخی کو بھی مسکراہٹ کے پیالے میں پی گیا تھا۔

اسے لگا تھا وہ اپنی نرمی اور محبت سے اسے جیت لے گا مگر سب بے سود، آج علیشہ رضوی کے ایک ایک لفظ نے اسے بہت چھوٹا کر دیا تھا، وہ تو کبھی کسی کی دل آزاری کا باعث نہیں بنا تھا تو اس ہستی کا دل کیسے توڑ سکتا تھا جو اس کی دل کی دھڑکن سے منسوب تھی، اپنی محبت اور جذبات کو دل میں دفن کرتے ہوئے اس نے آخری فیصلہ کر ہی لیا، گویا کہ فیصلہ کٹھن تھا اور اس پر عمل اس سے بھی زیادہ مشکل، لیکن بعض اوقات جان سے بھی عزیز لوگوں کے لئے خود اپنی خوشیاں ہی قربان کرنی پڑتی ہیں اور صائم صدیقی وہی کر رہا تھا۔

☆☆☆

''غلطی ہماری ہے، علیشہ کے انکار کے بعد ہمیں اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرنی چاہیے تھی، وہ دماغی طور پر اس رشتے کو قبول کر ہی نہیں پائی، صائم بیٹے کی زندگی کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا ہم دونوں نے۔'' سارا رضوی نے ذیشان رضوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں سارا، نجانے کیسے اتنی بڑی چوک ہو گئی ہم سے علیشہ کو سمجھنے میں۔'' ذیشان رضوی نے بھی تاسف سے کہا۔

''اب آپ کے خیال میں کیا بہتر ہے؟''

''کچھ سمجھ نہیں آتا سارا، بیٹی کے بھی گناہ گار ہیں اور بیٹے کے بھی، ان کے جذبات کس قدر پامال ہوئے ہیں ہم سمجھ سکتے ہیں۔'' ذیشان رضوی بے وجہ نادم ہوئے جا رہے تھے۔

''مجھے نہیں لگتا تھا کہ علیشہ، صائم مرتضٰی جیسے شاندار انسان کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر پائے گی، جس نے اس کی کئی باتوں کو بچپنا سمجھ کر اگنور کر دیا۔'' سارا رضوی نے کہا ان کے لہجے تک افسوس کی پرچھائیاں تھیں۔

''ہمیشہ ویسا ہی نہیں ہوتا جیسا ہم سوچتے ہیں، یہی زندگی ہے سارا، جیسا علیشہ چاہتی ہے، صائم کرنے کو تیار ہے، وہ کچھ دنوں کے لئے واپس حویلی جا رہا ہے واپسی پر ڈائیورس پیپرز تیار کروا لے گا۔'' باپ ہونے کے باوجود وہ یہ بات کر رہے تھے کہ انہیں دونوں ہی عزیز تھے، سارا کی بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور دل میں ماتم برپا تھا۔

☆☆☆

''یہ کیا کیا تم نے علیشہ، سر جیسے بہترین انسان کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔'' زرین نے حیرت و استعجاب سے استفسار کیا۔

''آپ سب کو ان کی جو عظمت نظر آتی ہے وہ مجھے کیوں نظر نہیں آتی۔'' وہ الجھ کر بولی۔

''علیشہ تم جو کھونے جا رہی ہو وہ انمول ہے۔'' زرین نجانے کیوں اسے صائم مرتضیٰ سے دور نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اسے جب پتہ چلا کہ صائم مرتضیٰ اسے ہمیشہ کے لئے رضوی پیلس چھوڑ گیا ہے تو فوراً دوڑی چلی آئی تھی۔

''جو میں کھو چکی ہوں اس کے بعد میں زندگی بھی کھو دوں تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' دل کے کسی کونے سے محبت نے سر نکال کر حاذم صدیقی کی تصویر دکھائی تھی، اس کی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ پگھلنے لگے تھے۔

''آپ خوش نصیب ہیں آپی، آپ نے جو چاہا پا لیا۔'' اسے واقعی ہی زرین رضوی پر رشک آ رہا تھا۔

''یہ خوش نصیبی بہت تکلیف دہ ہے علیشہ، سمجھو میرے نصیب کی سیاہی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''اِدھر آؤ علیشہ آج میں تمہیں ایک سچائی بتاتی ہوں۔'' زرین نے علیشہ کا ہاتھ پکڑا اور صوفے پر آ کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے آپی، آپ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟'' اس نے پہلی بار زرین رضوی کی سنجیدگی پر غور کیا تھا۔

''کیا تمہیں صائم سر نے کبھی کہیں آنے جانے سے روکا۔''

''کیا مطلب آپی؟'' وہ الجھی۔

''مجھے بتاؤ علیشہ۔'' وہ اپنے سسرال پر مصر تھی۔

''نہیں کبھی بھی نہیں۔'' اس نے پوری سچائی سے جواب دیا۔

''کیا انہوں نے تمہارے سیل یوز کرنے پر تنقید کی۔''

''نہیں۔''

''تمہارے سیل کی ہر رات انویسٹی گیشن کی۔''

''نہیں آپی کبھی نہیں۔''

''تمہارے ساتھ تلخ رویہ اپنایا، تمہیں بات بے بات آزادی کا طعنہ دیا۔''

''ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں تھا آپی، انہیں مجھ پر بہت اعتماد تھا، وہ ہمیشہ میری عزت کرتے تھے مجھ سے بھی زیادہ مجھے سمجھتے تھے، انہوں نے کبھی مجھ سے غلط رویہ نہیں اپنایا۔'' نجانے کون اس کے اندر صائم مرتضیٰ کی اچھائی کا اعتراف کر رہا تھا اور یہ سب سچ تھا۔

''لیکن آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں آپی، سب ٹھیک تو ہے نا۔'' اس کی چھٹی حس کچھ غلط ہونے کا الارم بجا رہی تھی۔

''یہ سب میرے ساتھ ہوتا ہے علیشہ، حاذم کو مجھ پر ایک رتی برابر بھی اعتبار نہیں، انہیں میرے باہر آنے جانے پر اعتراض ہے انہیں میری جاب پر اعتراض ہے انہیں میرے سیل یوز کرنے پر اعتراض نہیں ہے، وہ مجھے میرے والدین کے گھر گزاری زندگی کا طعنہ دیتے ہیں علیشہ، ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھنے کے باوجود ان کا دماغ شک کے کیچڑ میں ہی کلبلاتا رہتا ہے اور ان کی خوش اخلاقی اور شوخ رویہ جو تمہیں بہت پسند ہے وہ ہر دوسری لڑکی کے ساتھ برتتے ہیں، ہر روز ایک نئی لڑکی ان کے ہمراہ ہوتی ہے، ہر اخلاقی برائی ان میں ہے مگر میں اپنی تقدیر پر صبر کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی۔''

علیشہ رضوی پر حاذم صدیقی کی حقیقت کسی ایٹم کی طرح گری تھی۔

''حاذم صدیقی، صائم مرتضیٰ کے سامنے زیرو ہے علیشہ، میں جانتی ہوں تمہارے دل میں آج بھی کہیں وہ انسان ہے تب ہی تم صائم سر کو ان کا حق نہیں دے پائیں، تم نے سراب کے پیچھے حقیقت گنوا دی علیشہ، وہ انسان کسی کے قابل نہیں، جب اس نے تمہیں چھوڑ کر میرا انتخاب کیا مجھے تب ہی اس کی بھنورا صفت اور پست سوچ کو سمجھ لینا چاہیے تھا، مگر میں نہیں سمجھ سکی، لیکن تم نے اپنی زندگی اس کی خاطر کیوں برباد کی، کیوں صائم سر جیسے انسان کا ساتھ دھتکار کر آئی ہو جو اتنے سچے کھرے ہیں، حاذم صدیقی صرف تمہارے دماغ کی بھول ہے علیشہ اور صائم مرتضیٰ تمہاری حیات کے لمحات کی جگمگاتی سچائی۔'' زرین رضوی رو رہی تھی اور علیشہ رضوی پر حقیقت کے بہت خوفناک راز شناسائی کی منزل طے کر رہے تھے، یہ سچ تھا کہ اس کے دل میں حاذم صدیقی کی یادوں کا سمندر موجزن تھا تب ہی وہ آج تک صائم مرتضیٰ کو اپنا نہیں سکی، مگر وہ اس قدر گھٹیا ہو گا اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

دل و دماغ یہ سب ماننے کو تیار نہ تھا مگر عقل تو شاید کر رہی تھی کہ اس شخص کی شریک حیات جھوٹ کیوں بولے گی، وہ تو سمجھ رہی تھی کہ اس نے حاذم صدیقی کی محبت کو دل میں چھپا لیا ہے مگر زرین رضوی کو تو سب معلوم تھا۔

وہ لمحات کے شکنجے میں پھنسی تھی، ایک بار پھر سارے راستے آپس میں گڈمڈ ہو گئے تھے، حاذم صدیقی کی اصلیت قابل قبول نہ تھی تو صائم مرتضیٰ کے ساتھ جو اس نے کیا وہ بھی قابل بیان نہ تھا، اس کے دل و دماغ میں عجیب سی ہلچل مچ گئی تھی۔

☆☆☆

''یہاں کھڑی رہو گی تو رات کی تاریکی سے میری چاندنی کو نظر لگ جائے گی۔'' وہ ٹیرس پر کھڑی چاند سے محو گفتگو تھی جب صائم مرتضیٰ کی نرم گرم سرگوشی اسے پھوار میں بھگو گئی، وہ گھبرا کر کمرے میں آ گئی، آئینے میں اپنے خوبصورت عکس کو دیکھ کر اسے وہ رات یاد آ گئی جب وہ صائم مرتضیٰ کے لئے سجی تھی، اس کی انگلیوں کے پوروں کا لمس اسے اپنے بالوں شانوں اور گردن پر محسوس ہو رہا تھا۔

''یعنی آپ میرے لئے اداس ہو۔'' ایک اور شوخ سرگوشی اسے چونکا گئی۔

''مجھے کوئی حق نہیں ہے آپ کے بارے میں سوچنے کا، میں آپ کے قابل نہیں ہوں سر، ایک ایسے انسان کے لئے میں آپ کے جذبات پامال کرتی رہی جو ان کے قابل ہی نہیں تھا، آپ کو کسی ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو آپ کو سنبھال لے اور وہ لڑکی میں نہیں ہوں، میں نے انجانے میں آپ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے اور میری یہی سزا ہے کہ میں آپ کی یاد میں ہمیشہ تڑپتی رہوں، اپنے رویے پر پچھتاؤں اور انہی پچھتاوؤں میں میری زندگی تمام ہو جائے۔'' اپنے خوبصورت عکس سے اسے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی اپنا آپ بہت کریہہ اور بے رحم لگ رہا تھا۔

''کیا تھک نہیں گئے آپ یہ اچھائی کا ڈھونگ رچاتے رچاتے میرا دم گھٹتا ہے یہاں، نفرت ہے مجھے ان در و دیوار سے نفرت ہے مجھے آپ سے، گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی میں ایک دن، کچھ نہیں ہو سکتا ہمارے بیچ، وقت حالات اور آپ کی نرمی کا دکھاوا کچھ بھی ہمارے درمیان حائل خلیج کو پاٹ نہیں سکتا، کیا کریں گے آپ مجھے اپنا بنانے کے لئے، ماریں گے یا روایتی مردوں والا طریقہ اپنائیں گے اپنی مردانگی مجھ پر ظاہر کریں گے، دیر کس بات کی ہے اتار دیں یہ نیک نیتی کا نقاب جس سے نجانے کس کس کو بے وقوف

بنایا ہے آپ نے......

"فضول کے کام کرنے کا ٹائم نہیں میرے پاس ''یہ سب کچھ اور نجانے کتنے بے رحم الفاظ تھے جس سے اس نے اس بے پناہ خوبصورت دل رکھنے والے انسان کو چھلنی کیا تھا۔

"ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا سر۔"

اس نے تہہ دل سے اس سے معافی مانگی تھی اور تکیے میں منہ چھپا کر رو دی کہ پچھتاوا تھا کہ بڑھتا ہی جاتا تھا، درد تھا کہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔

☆☆☆

اگلی صبح ایک نیا ہنگامہ لئے نمودار ہوئی، حاذم صدیقی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، وہ سب آگے پیچھے ہسپتال روانہ ہوئے تھے، زرین اسے پٹیوں میں جکڑا دیکھ کر تڑپ اٹھی تھی اس کی حالت بہت مخدوش تھی، سارا اور علیشہ اسے سنبھال رہی تھیں، کچھ دن اسی مصروفیت میں گزر گئے، زرین رضوی، حاذم صدیقی کی دیکھ بھال کر رہی تھی، گزشتہ چند دنوں میں علیشہ صائم مرتضٰی کے بارے میں سوچ ہی نہیں پائی تھی، سوچتی بھی تو اپنے رویے کی بدصورتی پر شرمساری کے علاوہ کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

آج ذیشان رضوی کے اطلاع دینے پر وہ حاذم صدیقی کو ہاسپٹل دیکھنے آیا تھا، وہ حاذم صدیقی سے حال احوال پوچھ رہا تھا علیشہ رضوی چپکے سے روم سے نکل آئی۔

وہ آج بھی اتنا ہی بھرپور اور جاذب تھا، نظر لگ جانے کی حد تک حسین اور باوقار، اس کی علیشہ رضوی کی طرف پشت تھی، علیشہ رضوی کی نظر اس کے بھرے بھرے چوڑے شانوں پر تھی۔

"تم واقعی سحر زدہ ہو صائم مرتضٰی مگر مجھے تمہاری قدر و منزلت کا اندازہ تب ہوا جب تم مجھ سے دور ہو گئے۔" اس کا دل بہت شدت سے دھڑکا تھا، وہ باہر نکل رہا تھا، علیشہ رضوی نے بہت تیزی سے رخ موڑا تھا، اس کا فرار وہ بھانپ گیا تھا، وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بھی اس کی حالت کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

بلیک سوٹ میں پرسوز حسن کے ساتھ وہ اسے اپنے دل سے بھی زیادہ قریب لگی تھی، سنہری آنکھوں کے گرد گلابی ہوتے غلاف اس کے رونے کی چغلی کھا رہے تھے وہ تو یہی سمجھا تھا کہ وہ زرین اور حاذم کی وجہ سے اپ سیٹ ہے، وہ جانتا تھا کہ وہ بہت نرم دل ہے ہر چیز کو بہت جلد محسوس کر لیتی ہے، ہاں بس اس کے بارے میں ہی پتھر دل تھی۔

"میں نے طلاق کے پیپرز تیار کروا لئے ہیں، انہیں اسٹڈی کر کے بھجوا دوں گا تم سائن کر دینا، اب تمہیں زیادہ دن میرے نام کی قید میں نہیں رہنا پڑے گا۔" علیشہ رضوی کی رنگت ایکدم زرد پڑ گئی، اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ لیا تھا، آنسو بن بلائے مہمان کی طرح چلے آ رہے تھے، صائم مرتضٰی اس کی غیر ہوتی حالت کو سمجھ نہیں پا رہا تھا، اس کے دور جانے کے احساس سے وہ حال سے بے حال ہو رہی تھی یا کوئی اور وجہ تھی۔

"مجھے ہمیشہ آپ کے نام کی قید میں رہنا ہے۔" اس کے دل نے دہائی دی تھی، مگر لبوں نے جنبش نہ دی تھی کہ الفاظ آواز کی صورت میں برآمد ہو پاتے۔

"اپنا خیال رکھنا علیشہ۔" بس اس کا دل کیا کہ وہ اسے کہے تو اس نے آج دل کی مان لی، اگلے ہی لمحے وہ لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف چل دیا، لمحہ بہ لمحہ اس کی شبیہ اس سے دور ہوتی جا رہی تھی، صائم مرتضٰی کا عکس دھندلا ہوتا ہوتا کہیں گم

ہو گیا تھا، وہ اپنی بدنصیبی خود اپنی تقدیر میں رقم کر چکی تھی، اس پر جتنے آنسو بہاتی کم تھا۔

☆☆☆

"علیشہ بیٹے کیا بات ہے آپ روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہو کھانے پینے سے کیوں لڑائی کر رکھی ہے میری بیٹی نے۔" اسے ہر لمحہ گم صم دیکھ کر سارا رضوی نے پیار سے پچکارا۔

"کچھ نہیں مما بس ایسے ہی۔"

"میں جانتی ہوں مجھ سے اور آپ کے پاپا سے بہت بڑی غلطی ہو گئی آپ کی زندگی کا فیصلہ کر کے لیکن یوں رہ کر آپ ہمیں مزید شرمندہ کر رہی ہیں، ہو سکے تو ہمیں معاف کر دینا۔"

"ایسا کچھ نہیں مما، اپنے ہر فعل کے لئے میں خود جوابدہ ہوں اور اپنے ہر عمل کے لئے میں خود ذمہ دار ہوں۔"

"پھر اتنی اداس کیوں ہو علیشہ، تمہاری اداسی میرا دل دہلائے رکھتی ہے۔"

اسے تو خود پتہ نہیں تھا کہ سب کچھ حسب منشاء ہونے کے باوجود وہ خوش کیوں نہیں تھی، صائم مرتضٰی کیوں اس کے حواسوں پر چھا گیا تھا، وہ بھی تب جب وہ اس کی رسائی سے بہت دور تھا۔

"مما میں اپنے روم میں ہوں، زرین آپی آئیں گی تو ہم ساتھ کھانا کھائیں گے۔" وہ فرار کی راہیں تلاش رہی تھی اور سارا رضوی نے بھی اسے روکا نہیں تھا۔

☆☆☆

"حاذم کا رویہ میرے ساتھ بہتر ہو رہا ہے علیشہ۔" شام کو زرین نے اس سے باتیں کرتے ہوئے بتایا۔

"یہ تو اچھی بات ہے لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"کیونکہ انہیں میرے علاوہ توجہ دینے والی کوئی نہیں وہ ٹوٹلی مجھ پر ڈیپنڈنٹ ہیں شاید میری سچائی پر انہیں یقین آ جائے اور ہم ایک نئی شروعات کر سکیں۔" اسے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ

ہدایت دی اور وہاں سے نکل گئی، پتہ نہیں کیوں اس میں حوصلہ نہیں تھا صائم مرتضٰی کا سامنا کرنے کا، بہرحال خانساماں نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اسے کیسے بھی وہیں روک لیا تھا اور ایک گھنٹے تک کمرے میں نہیں جانے دیا تھا، صائم مرتضٰی نے چپ چاپ کھانا شروع کر دیا مگر خانساماں کی مچلتی ہنسی اسے کسی غیر معمولی بات کا پتہ دے رہی تھی۔

"کیا بات ہے آج آپ بہت خوش لگ رہے ہیں۔" کھانا ختم کرتے ہی اٹھتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

"کچھ نہیں صائم بابا، آپ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں۔" وہ مسکراتے ہوئے برتن اٹھانے لگے تو صائم مرتضٰی بھی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا اس نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی، ایک لمحے کے لئے نگاہیں چندھیا گئیں تھیں، پھر جس ہستی کو اس نے اپنے سامنے کھڑا پایا وہ اسے اپنا الوژن ہی لگا، وہ گومگو کی کیفیت میں کھڑا تھا۔

وہ کوئی سپنا تھا یا حقیقت وہ تصدیق نہیں کر پا رہا تھا، وائٹ اور پرپل کمبی نیشن کے شلوار سوٹ میں وہ مجسمہ حسن اس کے سامنے تھی، آنکھوں میں کاجل تحریر رقم تھی تو شنگرفی ہونٹوں پر لپ اسٹک کی تہہ تھی، بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھا ہوا تھا، وہ الجھ کر آگے بڑھنے لگا تھا جب اس کی آواز نے شہادت دی کہ یہ کوئی الوژن نہیں بلکہ وہی دشمن جاں ہے۔

"سر!" وہ محض اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''تم...... آئی مین...... یہاں کیا کر رہی ہو اس وقت۔'' اپنی حیرت پر قابو پاتا وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''تمہیں اپنا سامان چاہیے تھا۔'' اس نے قیاس لگایا تو علیشہ رضوی کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے، لیکن وہ ہمت نہیں ہاری تھی۔

''آپ فریش ہو کر آئیں ہم پھر بات کرتے ہیں۔'' وائٹ شلوار سوٹ اسے تھماتے ہوئے بولی۔

اس کے بڑھتے ہاتھ کو نظر انداز کرتا وہ وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''یہ شلوار سوٹ پہن لیں پلیز۔'' وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی، اس کے لہجے میں شکست بہت نمایاں تھی اس بار صائم مرتضٰی نے کچھ نہیں کہا اور اس کے ہاتھ سے ڈریس لے لیا، مگر انداز ایسا تھا گویا احسان ہی کیا گیا ہو، تقریباً بیس منٹ بعد وہ نکھرا نکھرا سا واش روم سے برآمد ہوا وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی، وہ بالوں میں اِدھر اُدھر برش چلا کر اس کے قریب ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''اب بتاؤ کیوں آئی ہو تم یہاں۔''

''کیا یہ میرا گھر نہیں ہے۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

''ہوں، تھا تمہارا مگر تم نے کبھی سمجھا نہیں۔'' وہ بہت تاسف سے کہہ رہا تھا، اور علیشہ رضوی شرمندہ تھی۔

''وہ میری بھول تھی سر، میری نادانی تھی۔''

''لیکن تمہاری نادانی کا احساس تمہیں بہت دیر سے ہوا ہے علیشہ، میں نے خود کو سمجھا لیا ہے۔'' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''میں جانتی ہوں جو میں نے کیا وہ ناقابل معافی ہے، میں نے آپ کا دل دکھایا ہے لیکن پھر بھی میں اپنے رویے لی آپ سے معافی مانگتی ہوں۔''

''کیا معاف کر دینا اتنا ہی آسان ہے، تم نے کتنے خوبصورت دن ضائع کر دیئے علیشہ، تم نے میرے احساسات کو مٹی میں ملا دیا، تم نے مجھے توڑ دیا۔''

''مجھے سزا دیں سر، آپ جو سزا دیں گے مجھے قبول ہے، مگر مجھے خود سے الگ مت کریں، بے شک مجھے اپنے دل میں جگہ مت دیں لیکن مجھ پر اتنا رحم کریں کہ میں آپ کو دیکھ کر اپنی زندگی گزار سکوں، آپ سے دور رہ کر مجھے احساس ہوا کہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' جذبات میں بہہ کر اس نے روتے روتے کتنی بڑی سچائی کا اعتراف کیا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی۔

''میرے لئے ان لمحوں کو فراموش کرنا آسان نہیں ہے اس تکلیف کو بھلانا آسان نہیں ہے جو تمہارے انتظار میں میرے حصے میں آئی۔'' وہ واقعی بہت ٹوٹ چکا تھا۔

''مجھے اور شرمندہ مت کریں، میں واقعی اپنے کیے پر بہت......'' جملہ مکمل ادا نہیں ہوا تھا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، صائم مرتضٰی نے اسے تسلی نہیں دی تھی، اسے چپ بھی نہیں کروایا تھا وہ کافی دیر روتی رہی تھی، اسے بہت دیر بعد اندازہ ہوا تھا کہ اس نے آنے میں دیر کر دی ہے، وہ رخ موڑے کھڑا تھا، وہ بھی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

''مجھے معاف کر دیجئے گا سر، گو کہ میں معافی کے قابل نہیں ہوں لیکن جیسے آپ نے میری ہر خطا کو درگزر کیا اس غلطی کو بھی معاف کر دیجئے گا، میں ہمیشہ آپ کی خوشیوں کی دعا مانگوں گی۔'' اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کر دیئے، صائم مرتضٰی کے تو تصور میں بھی ایسی معافی نہیں تھی وہ تڑپ کر رہ گیا۔

''جب میرے بغیر رہ نہیں سکتی تو پھر مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہی ہو۔'' صائم مرتضٰی نے اس کے آنسوؤں کی رفتار دیکھ کر مزید تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا، معاف تو وہ اسے تب ہی کر چکا تھا جب وہ خود چل کر اس گھر میں واپس آئی تھی، تھوڑا بہت جو غصہ تھا وہ اس کے اقرار نے رفع کر دیا، وہ رونا دھونا بھول کر اس کی بات کا مفہوم سمجھنے لگی تھی۔

''ہاں مت جاؤ علیشہ، تم میرے دل کی اولین خواہش ہو، تمہارے بغیر یہ شب و روز کس اذیت میں گزارے ہیں میں بتا نہیں سکتا۔'' اس کے جڑے ہاتھوں کو تھام کر وہ بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

''مجھے اپنی چاہت کی سچائی پر یقین تھا، مجھے یقین تھا کہ تم لوٹ کر ضرور آؤ گی۔'' وہ اقرار کر رہا تھا اس نے بہت محبت سے اس کے آنسوؤں کو چن لیا۔

''میں بہت بری ہوں سر، میں نے خود اپنے ساتھ اور آپ کے ساتھ بہت برا کیا۔'' اس کے محبت بھرے انداز اسے پھر نادم کرنے لگے تھے۔

''ہاں بہت بری ہو، لیکن پھر بھی میرے دل میں رہتی ہو۔''

''مجھے معاف کر دیں سر۔'' وہ ایک بار پھر رو پڑی۔

''میں آپ کی محبت کے قابل نہیں ہوں سر۔''

''بس اب ایک لفظ اور نہیں، میں ماضی کی تلخ حقیقتوں کو ڈسکس کر کے اپنے اس حسین لمحے کو ضائع نہیں کرنا چاہتا جو ہوا وہ وقت کا بھنور تھا جو آج ہے وہ کل سے بہتر ہے اور ہم ان لمحوں سے اتنی خوشیاں کشید کریں گے کہ ماضی کا کوئی لمحہ ہمارے مابین نہیں آئے گا۔'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

''آپ بہت اچھے ہیں سر آپ کا دل بہت بڑا ہے۔''

''پہلی بیوی ہے جو اپنے شوہر کو سر کہہ رہی ہے اب تو میرا نام لے لو یار۔'' اسے ٹون بدلنے میں ایک لمحہ لگا تھا۔

''ویسے لڑتے ہوئے پورا نام لیتی ہو۔'' اس نے گزشتہ گفتگو یاد دلائی تو وہ پھر شرمندہ ہونے لگی۔

''سارا قصور آپ کا ہے، میں نے منع کر دیا تو کیا ہوا، آپ نے تو یوں مجھ سے منہ موڑا جیسے میں آپ کی کچھ لگتی ہی نہیں آپ میری طرف دیکھتے بھی نہیں تھے پتہ ہے مجھے کتنا دکھ ہوتا تھا۔'' وہ اپنی ہی رو میں بول گئی۔

''اچھا اب نظر انداز نہیں کروں گا صرف تمہیں ہی دیکھوں گا۔''

اس کے لہجے کی بڑھتی شرارتوں کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنی ہی کہہ رہی تھی۔

''اچھا اب نہیں کروں گا ایسی بات، آئی ایم سوری۔'' وہ اس کے ہاتھ اپنی گرفت میں لے کر بولا اور ذرا سا اسے اپنے قریب کیا۔

''نو آئی ایم سوری، ساری غلطی میری ہے۔'' سنہری آنکھیں ایک بار پھر برس اٹھیں۔

''بس اب بالکل نہیں رونا علیشہ، ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔'' ہمیشہ کی طرح اسے دھمکی ہی دینی پڑی تھی۔

''چپ ہو جاؤ علیشہ ورنہ مجھے اپنا حق استعمال کرنا پڑے گا۔'' اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چنتے ہوئے وہ محبت سے بولا، علیشہ رضوی کا وجود نجانے کیوں تپنے لگا، اس کے وجود سے عجیب سی حدت نکلنے لگی وہ گھبرا

کر پیچھے ہوئی، صائم مرتضیٰ اس کی ادا پر مسکراتا ہوا وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا اور ایک کیس نکال لایا۔

''یہ تمہارے لئے بہت پہلے خریدے تھے، مگر دینے کا موقع اب آیا ہے۔'' بہت خوبصورت جڑاؤ دو کنگن اسے تھماتے ہوئے وہ بولا۔

''بتاؤ کیسے ہیں، ویسے میری بیوی کے لئے شاپنگ میں تو تم نے میرا ساتھ دینا تھا۔'' اس نے کوئی ماضی کی یاد دلائی۔

''بہت خوبصورت ہیں، شاید میں آپ کی بیوی کے لئے اتنی خوبصورت چیز نہ خرید پاتی۔'' وہ بھی کھل کر مسکرائی۔

''میری بیوی زیادہ خوبصورت ہے، ہے نا۔'' وہ اس پر ذرا سا جھک کر اس کی رائے مانگ رہا تھا، جواباً وہ شرما کر سر جھکا گئی۔

''پہن لو، اتارنے کی ڈیوٹی تو میں نے ہی سرانجام دینی ہے۔'' اس نے کسی گزشتہ یاد کا حوالہ دیا تو علیشہ رضوی کی جھکی گردن مزید جھک گئی، پھر اس نے خود ہی اس کلائی میں وہ کنگن پہنا دیئے۔

''پرامس تم اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گی۔''

''آئی پرامس آپ بھی وعدہ کریں کہ آئندہ مجھے دور کرنے کی بات نہیں کریں گے۔'' اس نے کسی خدشے کے پیش نظر بہت لاڈ سے کہا۔

''نہیں کروں گا۔''

''اتنی دور کیوں بیٹھی ہو علیشہ، ادھر آؤ میرے پاس۔'' صائم مرتضیٰ نے بہت محبت سے اسے پکارا تو وہ شرمائی لجائی اس کے پہلو میں ٹک گئی، صائم مرتضیٰ نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے بالکل اپنے ساتھ لگا لیا۔

''بہت تنگ کر لیا تم نے مجھے، اب میری باری ہے کہیں نہیں جانے دوں گا تمہیں۔'' وہ بہت مخمور سی سرگوشی اس کے کانوں میں کر رہا تھا اور علیشہ رضوی کے ہاتھوں کے طوطے اڑتے جا رہے تھے۔

''آؤ علیشہ ایک دوسرے کو اپنی محبت کی وفا کا اعتبار سونپیں گزرے ہر پل کی پرچھائی کو اپنے آج سے مٹا دیں۔'' وہ اس سے وفا کا اعتبار مانگ رہا تھا اور اس نے دیر نہیں کی تھی۔

''ایک بات اور......'' وہ اچانک بولا۔

''کیا؟'' علیشہ رضوی حیران ہوئی۔

''یہ بال میرے سامنے باندھ کر مت رکھا کرو۔'' اس نے پھر خود ہی اس کے بال کھول دیئے تھے، علیشہ رضوی شرما کر اس کی بانہوں میں سما گئی تھی، اس کے رگ و پے میں عجیب سی سرشاری سرائیت کر گئی۔

صبح جب سارا رضوی نے اسے گھر سے نکلتے دیکھا تو پوچھا تھا۔

''کہاں جا رہی ہو علیشہ؟''

''اپنے گھر مما......'' اس نے برجستہ جواب دیا، تو سارا رضوی اس کے فیصلے پر بے پناہ خوش تھیں، زرین نے بھی اس کے فیصلے کو بہت سراہا تھا اور بالآخر خوشیاں اس کا مقدر ٹھہریں۔

''میں آپ کی ہمیشہ فرمانبردار بن کر رہوں گی کہ سراب اور دھوکے میں بہت وقت برباد ہو گیا صائم، آپ ہی میری زندگی کی حقیقت ہیں، خدا ہمارا آنگن خوشیوں سے آباد رکھے۔'' اس نے دعا مانگی، بھیگتی رات نے ان کی خوشیوں کو سویرے کی نوید دی تھی۔

☆☆☆